...میں کیا ہے، تاثرات و مشاہدات پر مشتمل اس مجموعہ کے تیرہ مضامین میں جن اشخاص
...ہے، ان کی زندگی کے نمایاں خط و خال، اہم خصوصیات و عادات، دلچسپ حالات و واقعات
...م سرگرمیوں اور دلچسپیوں کی تصویر سامنے آجاتی ہے، مصنفہ مرحومہ کو شوخی و ظرافت...
...پنے والد بزرگوار سے وراثۃً ملی ہے، اس لیے اس کتاب کو پڑھ کر لوگ محظوظ بھی ہوں گے اور
...ان کی واقفیت میں اضافہ بھی ہوگا۔

...گلشن صادق :۔ مرتبہ جناب میر وارث علی صاحب تقطیع خورد، کاغذ کتابت و
...طباعت معمولی صفحات ۱۵۲ مجلد، قیمت چھ روپیے پتہ نیو سنٹرل بک ڈپو، ۱۳۷۶،
...مسک دروازہ، ناسک سٹی،

...حضرت سید شاہ محمد صادق سرمست حسینی عہد شاہجہانی کے ایک بزرگ تھے انھوں نے ناسک کو اپنی
...ت اور تبلیغ و اشاعت دین کا مرکز بنایا تھا، اس کتاب میں جناب میر وارث علی نے ان کے حالات و...
...ی سے لکھے ہیں، اس میں پہلے حضرت صادق کی ناسک میں تشریف آوری، وہاں کے لوگوں میں
...ذ کے علاوہ انکے مرشد و مسترشدین، زوجہ اولاد اور ان امراء و سلاطین کا تذکرہ ہے جو انکے دامن
...درجہ میں وابستہ تھے، جیسے شاہزادہ خرم، ممتاز محل، سردار ملک عنبر وغیرہ، پھر انکی کرامتوں، انکے عرس کی
...اور انکے خانوادہ سے تعلق رکھنے والے بعض ممتاز اشخاص کا ذکر ہے، آخر میں ناسک اور اسکے قرب و جوار کے
...وں کا حال بھی تحریر کیا گیا ہے حضرت سرمست جیسے بزرگ کے تذکرہ کی ترتیب و اشاعت ایک نیک اور
...مگر اس میں انکی کرامتوں، ان کے اور دوسرے بزرگوں کے مزاروں اور عرسوں میں ہونیوالی فضول
...بدعتوں کا تو مفصل ذکر کیا گیا ہے، مگر ان کے ارشادات و تعلیمات اور تبلیغ و اشاعت دین کے واقعات
...گئے ہیں، یہ بڑی کمی ہے صوفیہ و مشائخ سے عقیدت اور حسن ظن ضرور موجب خیر و برکت ہے مگر ان سے استمداد
...ہے، جس کا ذکر مصنف نے ص۱۳ پر کیا ہے قطعی صحیح نہیں ہے، عام پیغمبروں اور آنحضرت ﷺ نیز بعض صوفیائے
...بے محل کیا گیا ہے، اس سے خواہ مخواہ کی طوالت ہو گئی ہے، زبان و بیان کے لحاظ سے کتاب میں بڑی
...ہے اور بعض لفظوں کا املا بھی درست نہیں ہے۔

"ض"

۲۴۱

جلد ۱۳۱ ماہ جمادی الثانی سنہ ۱۴۰۳ھ مطابق ماہ اپریل سنہ ۱۹۸۳ء عدد ۴

مضامین

مقالات

تلخیص و تبصرہ

شذرات

ایران سوسائٹی کلکتہ کی طرف سے ایک دعوت نامہ سعدی شیرازی کے ایک سمینار کے لئے آیا ہے جو
ینہ کلکتہ میں ہو رہا ہے، اس میں شرکت کرکے خوشی ہوگی۔

یہ ایران سوسائٹی [illegible] میں ڈاکٹر محمد اسحاق مرحوم نے قائم کی تھی، جنھوں نے کلکتہ یونیورسٹی کے
لائق استاد کی حیثیت سے اپنی فارسی دانی اور علم پروری کا لوہا نہ صرف ہندوستان بلکہ ایران میں بھی
یا تھا، وہ کئی قابل قدر کتابوں کے مصنف بھی تھے، مگر ان کی اصلی کمائی یہ ایران سوسائٹی تھی، ۱۹۶۹ء
کی وفات ہوئی تو ان کے لائق اور جاں نثار رفقائے کار جناب خواجہ محمد یوسف ایڈوکیٹ
ئی کورٹ اور جناب محمد عبد المجید صاحب نے اس سوسائٹی کے مقاصد اور کارکردگی کو چار چاند لگا
طرف سے ایک ماہی رسالہ انڈو ایرانیکا بڑے آب و تاب سے نکل رہا ہے جس میں فارسی زبان
ے متعلق معلوم نہیں کتنے یاقوت اور زمرد کے مروارید جمع ہو چکے ہیں، اس کی طرف سے ہر سال
محمد اسحاق میموریل لکچرز بھی ہوتے ہیں، اس موقع پر ملک کے نامور اسکالر بیش بہا مقالات پڑھا
کرتے ہیں، اس کے اہتمام میں فارسی زبان و ادب کے ناموروں پر بلند پایہ سمینار بھی ہوا کرتے ہیں، بو علی
ملا صدرا، بابا طاہر، خیام اور شیخ شرف الدین یحییٰ منیریؒ وغیرہ پر بہت اچھے سمینار ہو چکے ہیں، اس سال سعدی
پر سمینار ہو رہا ہے جس میں ملک کے ارباب نظر ان کے گوناگوں کمالات پر اپنے خیالات کا اظہار کریں گے،

شیرازی دنیا کے ان ارباب کمال میں ہیں جن کے پاس الہ دین کا چراغ تھا، وہ اس چراغ سے جن نکالا
جو محض ان کے حکم پر وہ سب کچھ لکھتا رہتا تھا جو وہ چاہتے تھے، سعدی شیرازی نے خدا جانے
جیں غزلیات، قصائد، مراثی، رباعیات، مثلثات، مضحکات، خبیثیات، صاحبیہ اور پندنامہ وغیرہ،

حالی نے حیات سعدی، علامہ شبلی نے شعر العجم میں پھر تھوڑا بہت محمد حسین آزاد نے سخندان فارس اور
شف الحقائق میں سعدی کے متعلق جو کچھ لکھا، اسی کی روشنی میں وہ سمجھے اور سمجھائے گئے، ان بزرگان علم
ہندوستان میں سعدی پر پھر خاطر خواہ کام نہیں ہوا، شاید یہ خیال ہو کہ ان کے متعلق جو کچھ لکھنا چاہیے تھا،

وہ لکھا جا چکا، یہ خیال کسی حد تک صحیح ہے، مولانا حالی کی حیات سعدی ان کی یادگار غالب کی طرح ان کے قلم کا شاہکار ہے،
جس طرح غالب پر بے پناہ لٹریچر شائع ہونے کے باوجود یادگار غالب کا کوئی جواب نہ ہو سکا اسی طرح حیات سعدی کا بھی
شاید جواب نہ ہو سکے، ہاں اس کے اجمال کی تفصیل آیندہ ہوتی رہے گی، خود علامہ شبلی کا قلم شعر العجم میں شیخ سعدی کا باب لکھتے
وقت رکا، اس کے حاشیہ میں اعتراف کیا کہ مولوی الطاف حسین صاحب حالی نے حیات سعدی میں سعدی کے
حالات اور شاعری پر جو کچھ لکھ دیا، اس کے بعد کچھ لکھنا بے فائدہ ہے،

پھر بھی علامہ شبلی نے دوستوں کے اصرار پر شیخ سعدی کی غزل گوئی پر شعر العجم میں جو تبصرہ کیا ہے اس سے ان کے
اس دعوی کو سمجھنے میں پوری مدد ملے گی کہ اخلاقی شاعری شیخ سے بہت پہلے شروع ہو چکی تھی، حکیم سنائی، خیام،
اوحدی اور عطار نے اس زمین کو آسمان تک پہنچا دیا تھا، تاہم شیخ نے اس آسمان کو اور بلند کر دیا، وہ یہ بھی
لکھتے ہیں کہ اخلاق میں سیکڑوں ہزاروں کتابیں لکھی گئیں، صرف ایک مخزن الاسرار نظامی کے طرز پر ۶۵
مثنویاں لکھی گئیں، اور سب کی سب اخلاق و تصوف پر ہیں، لیکن بوستاں و گلستاں کے آگے کسی کا چراغ
نہ جل سکا، ان کا یہ بھی دعوی ہے کہ شیخ غزل کے ابو الآبا ہیں،

شیخ سعدی غزل گوئی کے ابو الآبا ضرور ہیں، اس میں شک نہیں کہ ان کی غزلوں میں عشق کی آگ کے جو
شعلے نکلتے ہیں، یا ان میں عشق کے جو واردات اور معاملات ہیں، یا ان میں جو دلنشینی اور تاثیر ہے، یا ان میں جو نئے
واعظوں کی ریاکاری کی جو قلعی کھولی گئی ہے، یا ان میں ایک ہی چیز کو جس طرح الٹ پلٹ کر سیکڑوں بار
کہی جاتی ہے، یا ان میں ایک معمولی بات میں جو انوکھا پن دکھائی دیتی ہے، یہ ساری چیزیں غزل گوئی میں پہلی
دفعہ آئیں، ان کی انہی جدتوں کی تقلید ہونے لگی، تو حافظ شیرازی کی شہرت کے آگے سعدی غزل گوئی کی حیثیت
سے ماند پڑ گئے، اور پھر امیر خسرو، وحشی یزدی، شرف قزوینی، اور خود ہمارے دو شعراء میں میر، آتش، جرأت، غالب، اصغر، حسرت
اور جگر نے انہی باتوں کو کچھ ایسا دہرایا کہ شیخ سعدی کی جدتیں ایسی پرانی ہو گئیں کہ یہ ان کی معلوم ہی نہیں ہونے لگیں،

انھوں نے مدحیہ قصائد کے بجائے شاندار نصیحت آمیز قصائد ضرور لکھے لیکن قصیدہ نگاری میں انوری، خاقانی،
کمال اسمٰعیل، ظہیر فاریابی اور امیر خسرو کے ہم پایہ نہ ہو سکے، ان کا مرثیہ جو سقوط بغداد پر ہے، اس کو پڑھ کر اب بھی
آنکھیں نم ہوتی ہیں، مگر وہ مرثیہ نگاروں کی صف اول میں نہیں ہیں، ان کی رباعیات بھی خیام کی طرح

ہیں اُن کی ہزلیات خبیثات و مضحکات وغیرہ تو ان کے بلند رتبہ سے فروتر ہیں لیکن لمعات مثلثات اصاحبیہ وغیرہ محض سلیقے اپنا بھی
کی لکھی ہوئی ہیں البتہ پند نامہ میں انکی نظم کر دیا بہت مقبول ہوئی جو بزرگان دین کی دعاؤں میں شامل ہو چکی ہے

ن کی گلستاں اور بوستاں کے آگے واقعی کسی کا چراغ جل نہ سکا، البتہ یہ پوچھا جائے کہ ان دونوں
ہر تو گلستاں کو بوستاں پر ترجیح دیجائیگی، بوستاں کی شاعری کا فن مثنوی مولانا روم اور فردوسی کی
آگے ماند پڑجاتا ہے مگر گلستاں کی نثر نگاری کی شہرت کے آگے خود شہرت بے جان ہو کر رہجاتی ہے
ین خوافی اور حبیب قاآنی نے اس کے طرز پر طبع آزمائی کی، مگر وہ سعی لاحاصل بن کر رہ گئی،

اس کا مصنف فصاحت و بلاغت کے گل و صنوبر اور پند و موعظت کے سرو و شمشاد کے چمنستان میں
ن کی طرح چمکتا نظر آتا ہے، ذرا اس گلفشانی سے تھوڑی دیر کے لئے اپنے کو معطر کر لیجئے،

تلمیذ بے ارادت عاشق بے زر است و رونده بے معرفت مرغ بے پر و عالم بے عمل
بے بر و زاہد بے عمل خانہ بے در، مراد از نزول قرآن تحصیل سیرت خوب ست نہ ترتیل
مکتوب عامی متعبد پیادہ رفتہ است و عالم متہاون سوار خفتہ، عاصی کہ دست
بہ از عابد کہ در سر دارد،

نگ لطیف خوے دلدار بہتر ز فقیہ مردم آزار"

از بیان میں تقریباً دو سو چالیس صفحات لکھے گئے ہیں، کس کا دم خم ہے کہ ایسے دُر
سکے

کی اہمیت عام طور سے اس لئے کم ہوگئی ہے، کہ یہ درسی کتاب سمجھی جاتی ہے مگر اس کی
ز خود سعدی کے الفاظ میں یہ ہے کہ
عظت ہائے شافی در سلک عبارت کشیدہ است و دارو دے تلخ نصیحت بشہد
آمیختہ تا طبع ملول ایشاں از دولت قبول محروم نماند"

مقالات

جوزف شاخت اور اصول فقہ

از

جناب محمد طفیل صاحب، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد پاکستان

اسلام اور اس کی تعلیمات پر غور کرنے، انھیں سمجھنے اور اس پر عمل کرنے یا اس کا انکار کرنے سے پہلے مسلمانوں اور غیر مسلموں پر لازم ہے کہ وہ بنیادی مآخذ سے اسلام کا گہرا مطالعہ کریں تاکہ وہ کسی نتیجہ پر پہونچ سکیں، اس قاعدہ کو پیش نظر رکھ کر غور کیا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ ساتھ غیر مسلموں نے بھی اسلام اور اس کی تعلیمات کو اپنے مطالعہ فکر اور تحریر کا موضوع بنایا ہے۔

مسلمانوں نے اسلام کے بارہ میں غیر مسلموں کی تحریروں کو نہ صرف پڑھا بلکہ ان پر کڑی تنقید بھی کی، جن غیر مسلموں نے اسلام کے بارہ میں لکھا، انھیں عام طور پر مستشرقین کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، اگرچہ بعض اوقات یہ اصطلاح صرف اُن غیر مسلموں کے لیے استعمال کی جاتی ہے، جن کا تعلق یورپین ممالک سے تھے، اور انھوں نے اسلام کے بارہ میں کچھ لکھا ہے، لیکن عام طور پر یہ اصطلاح ان سب اصحاب علم کے بارہ میں استعمال ہوتی ہے جو غیر مسلم ہوں اور انھوں نے اسلام کے بارہ میں کچھ نہ کچھ کام کیا ہو، اگرچہ اسلام کے بارہ میں غیر مسلموں نے ابتدا ہی سے غور و فکر شروع کر دیا تھا، یہودیوں اور عیسائیوں نے اس دین کو آغاز رسالت ہی سے اپنے

...ت کا ہدف بنایا، لیکن وہ گروہ جسے ہم "مستشرقین" کے نام سے یاد کرتے ہیں، ان کا آغاز
...وں میں غیر مسلموں کی ناکامی کے بعد ہوا تھا، صلیبی جنگوں کی ناکامی نے غیر مسلموں میں یہ
...کر دیا تھا کہ اب وہ سیاسی طور پر مسلمانوں سے نبرد آزما نہیں ہو سکتے، اس لئے
...ذرائع اپنانے چاہئیں جن سے مسلمانوں کو مرعوب کر کے ان پر غلبہ حاصل کیا جا سکے،
...یسا کرنے کے لیے ان کے پاس اسلام کو مسخ کر کے پیش کرنے کے علاوہ اور کوئی ذریعہ
...انچہ انھوں نے اس میدان میں یلغار کی اور اس کے لیے مستشرقین نے نہ صرف اسلام کو
...س آڑ میں اپنے ادیان کی تبلیغ کا بھی فریضہ ادا کیا، اس سلسلہ میں لارڈ النبی نے کہا تھا
...رچہ عسکری نقطۂ نظر سے جنگ ختم ہو چکی ہے، مگر جہاں تک دینی تعصب کا تعلق ہو،
...شرقین کی تحریروں میں نہ صرف باقی ہے بلکہ اس میں روز افزوں اضافہ ہوگا،
...اسلام اور اس کی ثقافت کے بارہ میں جب بھی لکھیں گے مسلمانوں کو پس ماندہ کمزور
...نت سے عاری ثابت کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھیں گے۔"

...ہے کہ ہم جب بھی مستشرقین کی تحریروں کا مطالعہ کرتے ہیں تو انھیں اسلام کے خلاف
...نے ہیں، یہ حقیقت تاریخی طور پر ثابت ہے کہ استشراق کی تحریک کا مقصد علم کی خدمت
...ت کو ضائع کرنے سے بچانا ہرگز نہیں ہے، بلکہ یہ تحریک کلیسا کے زیر اثر پیدا ہوئی
...ی اس تحریک کی حوصلہ افزائی کرتے رہے، اسی طرح عیسائی اور یہودی حکومتوں
...کی سرپرستی کی، مستشرقین نے مخطوطات شائع کرنے کے بہانہ سے اسلام کی صحیح فکر کو
...رد کا مسلمانوں کے طرز فکر کی اشاعت کرنے کے بجائے اپنے خیالات پیش کیے اور
...حقائق سے چشم پوشی کر گئے اس میں تحریف بھی کی، بنیادی ماخذ سے اپنی لاعلمی کی
...ت کو آسانی سے مسخ کر سکے اور نتائج اخذ کرنے کی عجلت میں اپنے کو حقائق سے

ہمیشہ دور رکھا، اس طرح انھوں نے بے شمار غلطیاں کیں، جن کا اعتراف مستشرقین نے خود بھی
کیا ہے، چنانچہ اربری کا کہنا ہے۔

"ہم مستشرقین نے جب اسلام کے بارہ میں تحقیق کی تو بے شمار غلطیاں کیں، ہمارے لیے
ضروری ہے کہ ہم اس موضوع میں نہ الجھیں، کیونکہ مسلمان عرب مسلمان ہم سے زیادہ
باصلاحیت ہیں کہ اسلام کے موضوعات پر تحقیق کریں، مسلمانوں کو مستشرقین کی ہر تحریر کو
دقت نظر سے دیکھنا چاہئے، جرح و تعدیل کے اصولوں پر ان کے نتائج تحقیق کو قبول
کرنے سے پہلے ان کی چھان پھٹک اشد ضروری ہے۔"

اس مختصر تمہید کے بعد ہم اپنے اصل موضوع شاخت اور اصول فقہ کی طرف آتے ہیں،
اس موضوع کو ہم نے دو حصوں میں تقسیم کیا ہے، پہلے حصہ میں ہم شاخت کے مختصر حالات زندگی
اور اس کی تالیفات کا ذکر کریں گے اور دوسرے حصہ میں اصول فقہ کے بارہ میں شاخت کے
انکار کا جائزہ لیں گے۔

جوزف شاخت کے مختصر حالات اور علمی کارنامے

جوزف شاخت ۱۹۰۲ء میں جرمنی میں پیدا ہوئے، ان کا تعلق
یہودی مذہب سے تھا، انھوں نے جامعہ برسلاؤ اور جامعہ لیپزگ
میں تعلیم پائی، کچھ دنوں ایک یونیورسٹی میں درس دینے کے بعد ۱۹۳۲ء میں کونگس برگ یونیورسٹی
میں چلے گئے، ۱۹۳۴ء میں جامعۂ مصریہ میں منتقل ہوئے، آکسفورڈ یونیورسٹی میں ۱۹۴۱ء میں علوم
اسلامیہ کے ریڈر مقرر ہوئے، ۱۹۵۲ء میں الجزائر یونیورسٹی میں علمی تحریکوں کے استاذ ہو گئے،
کولمبیا یونیورسٹی میں بھی پروفیسر رہے، وہ بہت سی علمی اور ادبی تنظیموں کے رکن ہوئے، انکو
مجمع العلمی العربی الدمشق کی بھی رکنیت ملی، کچھ عرصہ تک وہ مجلہ علوم اسلامیہ کے مدیر بھی رہے،
اسلامی قانون کی ابتدا، ترقی، اس کی اثر پذیری اور اثر اندازی، ان کا خاص موضوع ہے، اور

...رت کا باعث ہوا۔

...انیف | جوزف شاخت نے بے شمار کتب اور لاتعداد علمی مقالات یادگار چھوڑے
...اطہ ممکن نہیں ہے، ہم ان میں سے بعض کا ذکر کرتے ہیں۔
...کتاب الحیل والمخارج للخصاف (۲) تحقیق کتاب الحیل فی الفقہ للقزوینی اس کا
...میں ترجمہ کیا (۳) تحقیق کتاب المخارج فی الحیل للشیبانی، اس کتاب پر حواشی بھی
...اوی کی کتاب الشروط سے اذکار الحقوق اور کتاب الشفعہ شائع کیں (۵)
...ور قاہرہ کے کتب خانوں کی فہرستیں تین جلدوں میں تیار کیں (۶) دین اسلام
...مقالات شائع کئے اور ان کا جرمن میں ترجمہ کیا (۷) رسالہ جالینوس
...جرمن ترجمہ کے ساتھ شائع کیا (۸) الرسالۃ الکاملیہ لابن نفیس کو تحقیق کے بعد
...ساتھ طبع کرایا (۹) ابن بطلان کے خمس رسائل تحقیق اور انگریزی ترجمہ کے ساتھ
...اسلامی احکام کی حنفی طریقہ پر تبویب کی (۱۱) فقہ کا ارتقاء کے نام سے انگریزی زبان
...(۱۲) ماتریدی کی کتاب التوحید تحقیق کے ساتھ طبع کی (۱۳) اسلامی قانون کا
...انگریزی زبان میں لکھی، مذکورہ بالا کتابوں کے ساتھ جوزف شاخت نے
...سلامیہ، دائرۂ معارف علوم اجتماعیہ اور تاریخ فقہ اسلامی میں اسلام کے بارے میں
...تحریر فرمائے، مزید براں شاخت نے دنیا کے قریباً تمام معروف علمی رسائل میں
...کے مضامین اسلامی اور مغربی ممالک کے رسائل میں طبع ہوئے اور بڑی دلچسپی

...شاخت کے تحقیقی مضامین اور کتابوں کا جائزہ لیا جائے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ
...کو درج ذیل شعبوں سے دلچسپی تھی، (أ) اصول الفقہ (ب) فقہ حنفی

(ج) علم الکلام (د) عربی مخطوطات۔

شاخت کی تحریریں بہت پختہ اور مقصدیت سے پُر ہوتی ہیں، اس لیے بہت دلچسپی سے پڑھی جاتی ہیں، لیکن ان کو اصلی شہرت اس حیثیت سے حاصل ہوئی کہ انھوں نے اصول فقہ میں گرانقدر خدمات انجام دیں، اسلامی قانون اور خاص طور سے اسلامی قانون کے اصولوں کے بارے میں انھیں مستشرقین کا بابا آدم تصور کیا جاتا ہے، کیونکہ اسلامی قانون پر فلسفیانہ اور محققانہ بحثیں جس انداز میں شاخت نے کی ہیں، اس طرح کسی اور مستشرق نے نہیں کی ہیں، ہم اس مقالہ میں شاخت کے افکار کا مختصر جائزہ صرف اس حیثیت سے پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ انھوں نے اپنے مفروضات قائم کرکے کس طرح غلط فہمی پیدا کی اور اس بناء پر اسلامی قوانین کی ساری بنیادیں متزلزل کر دیں۔

جوزف شاخت نے اسلامی قانون پر بہت سے مقالات کے ساتھ دو مستقل کتابیں بھی تحریر کیں جن کے نام یہ ہیں- (1) THE ORIGIN OF MUHAMMADAN JURISPRUDENCE (2) AN INTRODUCTION TO ISLAMIC LAW

جیسا کہ نام سے ظاہر ہے، پہلی کتاب کا تعلق مسلمانوں کے اصول قانون (فقہ) سے ہے، یہ کتاب پہلی مرتبہ سنہ ۱۹۵۰ء میں برطانیہ میں طبع ہوئی تھی، بعد میں اس کے کئی اڈیشن چھپے، شاخت کی اس کتاب کو بہت مقبولیت حاصل ہوئی، غیر مسلموں کے علاوہ، مسلمانوں نے بھی اس کتاب کو بہت دلچسپی سے پڑھا اور اس کی غلطیوں کی نشان دہی کی، شاخت نے اپنی کتاب کو چار حصوں میں تقسیم کیا ہے، پہلا حصہ قانونی نظریہ کا ارتقاء دس ابواب پر مشتمل ہے، دوسرا حصہ قانونی روایات کا ارتقاء کو چھ ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے، تیسرے حصے میں قانونی مذاہب کی پیدائش پر نو ابواب ہیں، چوتھا حصہ قانون کے تکنیکی افکار کا ارتقاء کے چھ ابواب ہیں، مزید براں

اختصارات کی وضاحت کے ساتھ کتاب کے آخر میں ایک مفید انڈکس بھی
وزف شاخت نے یہ کتاب لکھ کر اسلامی قانون کو مغربی دنیا میں متعارف کرانے
م دیا، مگر اس کی وجہ سے اسلامی قانون سے متعلق مستشرقین کے نظریات شکوک
اعتراضات واضح طور پر سامنے آگئے، شاخت نے اسلامی قانون کے بکھرے
یک جگہ ضرور جمع کرنے کی کوشش کی ہے، لیکن اس کے ساتھ ہی انھوں نے
ات کو پامال کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی ہے۔ انھوں نے اسلامی قانون
ولوں کے بارے میں جو غلط نظریات اختیار کر لیے ہیں اگر ان سب کا محاسبہ
الہ طویل ہو جائے گا، اس لیے ہم ذیل میں ان کے صرف تین نظریات کا نہایت
اتھ جائزہ لیتے ہیں مستشرقین کی ایک عادت رہی ہے کہ وہ جب بھی کسی موضوع
تو وہ اس کے مسلمات کو جھٹلانے یا ان میں تشکیک پیدا کر کے خود اپنا نظریہ
انچہ یہی قاعدہ انھوں نے بھی اصول قانون کے بارہ میں اپنایا ہے، اس حقیقت
اقف ہے کہ اسلامی قانون کے چار بنیادی ماخذ قرآن سنت، اجماع اور قیاس
اخت نے ان سب کو جھٹلانے کی کوشش کی ہے۔

سلمانوں کے لیے ضابطۂ حیات ہے، جو اللہ تعالےٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے،
پہلی وحی کے نزول ہی سے مسلمان اس سے ہر طرح استفادہ کرنے لگے تھے، انھوں نے
پر قرآن حکیم سے رہنمائی حاصل کی، جب کہ شاخت کا خیال ہے کہ (ا) اسلامی
ت قرآن حکیم سے اخذ نہیں کیا گیا (ب) اسلامی قانون کا خمیر بنی امیہ کے
اٹھایا گیا۔ (ج) بعض اوقات بنی امیہ کا عمل قرآن حکیم کے الفاظ پر بھاری
سا کہ ابتدائی دور میں قوانین بنانے میں قرآن سے استفادہ نہیں کیا گیا، ہماری

سمجھ سے بالاتر ہے، کیونکہ تاریخی شواہد موجود ہیں کہ مسلمانوں نے قرآن حکیم کو قانون کا اولین ماخذ بنایا، نبی کریمؐ اور صحابہ کرامؓ کے عہد میں قرآن حکیم سے مکمل طور پر استفادہ کیا جاتا رہا، چوروں کے ہاتھ کاٹے گئے، زانیوں کو کوڑے لگائے گئے، شراب پینے والوں پر تعزیر نافذ ہوئی، بدکرداروں کو ملک بدر کیا گیا، نکاح و طلاق نیز وراثت کی تقسیم کے فیصلے قرآن حکیم کے احکام کے مطابق کیے گئے، اس سے ذرا آگے بڑھیے اور معاذ بن جبلؓ والی مشہور روایت پر توجہ دیجیے کہ نبی کریمؐ نے جب انھیں قاضی بنا کر بھیجا تو ان سے دریافت کیا کہ تم فیصلے کس چیز سے کیا کرو گے، اُسکے جواب میں انھوں نے سب سے پہلے جس ماخذ کا ذکر کیا، وہ قرآن حکیم تھا، چنانچہ انھوں نے بے ساختہ کہا قرآن حکیم سے، نبی کریمؐ نے یا کسی بھی صحابی نے ان کے اس خیال کی تردید نہیں کی، جس سے صاف طور پر واضح ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے ہاں ابتدا ہی سے، قرآن حکیم قانون کا اصلی اور بنیادی ماخذ تھا، البتہ اتنی بات قابل تسلیم ہے کہ قرآن حکیم اصولوں کی کتاب ہے اور اس میں جملہ جزئیات کا احاطہ نہیں کیا گیا، اور قرآن حکیم کو قانونی ماخذ بنانے کے لیے جن کلیات کی ضرورت تھی، وہ بعد میں مرتب ہوئے، اور آج تک مرتب ہو رہے ہیں، آج بھی اگر کوئی جدید مسئلہ درپیش ہو اور قرآن حکیم کی کسی آیت سے کوئی کلیہ بنایا جا سکے تو وہ ہمارے لیے ویسے ہی قابل عمل ہوگا، جیسے امام شافعیؒ یا امام ابو حنیفہؒ کا قائم کردہ کوئی کلیہ قابل عمل ہوتا ہے،

شارع علیہ السلام نے اپنی حیات طیبہ کے آخری دور میں ارشاد فرمایا کہ میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں؟ ایک کتاب اللہ اور دوسری اپنی سنت، جب تک ان پر عمل پیرا رہو گے، کبھی گمراہ نہ ہو گے، اس سے بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ قرآن حکیم عہد رسالت سے ہی قانون کا ماخذ بن گیا تھا، اور مسلمان ہر قانون اسی سے اخذ کرتے تھے، چنانچہ مسلمانوں کے ہاں ایک عام اصول رہا کہ ایسی کوئی بات تسلیم نہیں کی جائے گی جو قرآن حکیم کے احکام یا

کی روح کے خلاف پائی جائے۔

شاخت نے یہ لکھا ہے کہ بنی امیہ کی انتظامی روایت سے مسلمانوں کے قانون کا خمیر اٹھا
د دوسرے مقام پر انہی فاضل مستشرق نے یہ بھی تحریر فرمایا کہ بنی امیہ سے پہلے مسلمانوں کے
ن کو فکشن (فسانہ) کا درجہ حاصل تھا، نیز انھوں نے یہ بھی لکھا کہ بنی امیہ کے انتظامی عمل کو
حکیم پر ترجیح دی جاتی رہی ہے، یہ ساری باتیں کوئی اہل علم نہیں کہہ سکتا، کیونکہ مسلمان
حکیم کے خلاف کسی حدیث کو بھی قبول نہیں کرتے تھے، چہ جائیکہ وہ بنی امیہ کے عمل کو ترجیح دیتا
عہد رسالت اور عہد خلافت راشدہ مسلمانوں کے نزدیک اسلامی قانون کی تدوین کا زریں
ے، آج بھی اگر مسلمانوں کو کسی قانون یا اس کی تعبیر کی ضرورت پیش آتی ہے، تو وہ اپنے
یں کا مطالعہ کرتے ہیں اور اسی کو مثال بناتے ہیں، جب کہ فاضل مستشرق نے اس دور کو اسلامی
کا افسانوی عہد قرار دیا ہے، اس کو علمی خیانت بلکہ اسلام کے خلاف تعصب کے علاوہ
نہیں کہا جا سکتا۔

رآن کے بعد سنت، مسلمانوں کے ہاں قانون کا دوسرا بڑا ماخذ ہے، مسلمان فقہا کو
ے کے بارہ میں قرآن کریم سے رہنمائی نہیں ملی وہاں انھوں نے سنت کی طرف
یا، اور اسے نہ صرف ماخذ قانون کے طور پر اپنایا بلکہ سنت کو اسلامی قانون کی عملی
تھا، لیکن فاضل مستشرق نے سنت کو بھی اپنی بحث کا موضوع بنایا اور اس میں شک و شبہ
یا ہے، ان کا خیال ہے کہ (۱) حدیث نبوی دوسری صدی کے وسط تک موجود نہیں
ب) جب حدیث کو جمع کیا گیا، اس وقت وہ اصلی حالت میں موجود نہیں تھی، بلکہ
معاشرہ کی عادات شامل ہو چکی تھیں، یہ دونوں مفروضے حقائق پر مبنی نہیں ہیں کیونکہ
اور کتابت حدیث کا اہتمام جس طرح مسلمانوں نے کیا ہے وہ کسی دوسرے مذہب والوں کو

نصیب نہیں ہوا، اس امر کی تاریخی شہادت موجود ہے کہ صحابہ کرامؓ، احادیث رسول لکھا کرتے
تھے، ان کے پاس عہد صحابہ میں بھی اپنے اپنے صحیفے موجود تھے، جن میں صحیفۂ ابوہریرہؓ، صحیفۂ حضرت
علیؓ اور صحیفہ وہب بن منبہ کے وجود کی تاریخی شہادت ملتی ہے، مزید نبی کریمؐ نے جو خطوط مختلف
اوقات میں تحریر کرائے اور جو بعد میں اسلامی قانون کا جز بنے، وہ سارے کے سارے تحریری شکل
میں موجود تھے، مزید براں عربوں کا حافظہ مثالی تھا، وہ ساری باتیں اس عمدگی سے حفظ کر لیا
کرتے تھے کہ عام انسان اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے

یہ اعتراض کہ جب حدیث نبویؐ کو حیطۂ تحریر میں لایا گیا تو اس وقت اس میں معاشرتی آمیزش
ہو چکی تھی، ..... محض ظنی ہے، اس کا تعلق حقیقت سے کچھ بھی نہیں کیونکہ نبی کریمؐ کا ارشاد ہے،
"من کذب علی متعمدا فلیتبوأ مقعدہ من النار" جس نے جان بوجھ کر میری طرف
جھوٹ کی نسبت کی، اس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا، اس حدیث کی روشنی میں کس کو جرأت اور ہمت
ہو سکتی ہے کہ وہ جھوٹی حدیث گھڑے، پھر مسلمانوں نے حدیث کی جرح و تعدیل
کے ایسے اصول مرتب کیے جن کی موجودگی میں حدیث کے صحیح یا غلط ہونے کے بارہ میں فیصلہ کرنے
میں کوئی دقت نہیں ہوتی یہی وجہ ہے کہ ہم آج بھی حدیث کو ان اصولوں پر پرکھ کر کھرا کھوٹا
الگ کر سکتے ہیں، چنانچہ ہمیں اس وقت بھی موضوع اور صحیح حدیثیں معلوم ہیں، موضوعات پر
الگ الگ کتابیں موجود ہیں، ان حقائق کی روشنی میں فاضل مستشرق کے مغالطے اور شکوک
و شبہات بالکل بے بنیاد معلوم ہوتے ہیں جن کا مقصد شکوک و شبہات کو ابھارنے کے علاوہ کچھ نہیں۔

مصادر: اس مقالہ کی تیاری میں درج ذیل کتب سے مدد لی گئی۔

۱۔ نجیب العقیقی، المستشرقون، دار المعارف مصر ۱۹۶۵ء
۲۔ دکتور مصطفیٰ سباعی، السنۃ ومکانتہا فی التشریع الاسلامی، دار القومیہ مصر

۳۔ زکریا ہاشم زکریا۔ المستشرقون والاسلام، المجلس الاعلیٰ لشؤن اسلامیہ قاہرہ۔

(۴) SCHACHT, J: THE ORIGIN OF MUHAMMADAN JURISPRUDE
OXFORD PRESS 1950 (5) SCHACHT.J: INTRODUCTION
ISLAMIC LAW OXFORD PRESS. 1964 (٦) DR.FAZLUR RAHM
ISLAM? LONDON. 965 (٧) DR.AHMAD HASAN: THE EAR
DEVELOPMENT OF ISLAMIC JURISPRUDENCE, ISLAMABAD.1
(8) S.R.H.GILANI: THE RECONSTRUCTION OF LEGAL TH
IN ISLAM. LAHORE 1977 (9) DR.ZAFAR ISHAQ ANSAR
DEVELOPMENT OF FIQH IN KUFAH. M.S..

(۲)

جوزف شاخت اور اسلامی قانون[١]

جوزف شاخت ہمارے دور کے نہایت ممتاز اہل قلم میں سے ہے۔ اسے اسلامی قانون کے
ادوار کے نشوو ارتقا پر سند تسلیم کیا جاتا ہے، اور اس کی تحریروں کے اثرات بڑے نمایاں
اس کے ہم عصر مصنفین کے خیالات پر نظر آتے ہیں۔ اسلامی قانون کے سرچشمے ،OSIGI-
N.S ORIGINS OF MUHAMMADAN JURISPRUDENGE
ب میں اس نے اپنے خیالات بڑے مدلل اور مفصل طریقے سے پیش کیے ہیں، یہ علاحدہ بات
ر مذکور کے بارے میں وہ اسلامی قانون کے ارتقا کی پوری تصویر پیش نہیں کر سکا اور

نگار اپنا نام لکھنا بھول گئے۔ اس کی اشاعت کے بعد وہ اپنا نام لکھ بھیجیں آئندہ اشاعت میں ان کے نام کا
گا۔

کتنے ہی اہم سوالات کا جواب اس نے تشنہ چھوڑ دیا تاہم اس حقیقت سے انکار بھی ممکن نہیں کہ مستشرقین اور قانون اسلامی کے مغربی تعلیم یافتہ لوگوں کے دماغوں کو اس نے بہت متاثر کیا ہے، یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ اسلامی قانون کی ابتدا اور ارتقا کے بارے میں شاخت کے بنیادی خیالات مستعار ہیں، لیکن یہ ایک واقعہ ہے کہ اسلامی قانون کے بارے میں جس نقطۂ نظر سے سوچنے کی ابتدا گولڈزیہر نے کی اور اس کے نتیجہ میں مغرب میں جو طرز فکر وجود میں آیا شاخت اس کا سب سے بڑا اور بہترین نمایندہ اور شارح ہے۔ شاخت نے گولڈزیہر کے خیالات کو بنیاد بنا کر اس پر ایک پوری عمارت تعمیر کر دی، اور گولڈزیہر کے پیش کردہ نتائج فکر کی تائید و توثیق کی۔

گولڈزیہر نے حدیث کی داخلی تنقید کی بنیاد ڈالی۔ یہ داخلی تنقید محدثین و ناقدین حدیث کی تنقید متن و سند سے قطعاً مختلف ایک بالکل نئی چیز ہے گولڈزیہر کا دعویٰ ہے کہ معدودے چند احادیث ہی ایسی ہوں گی، اگرچہ ان کا وجود بھی مشکوک ہے۔ جن کا تعلق اس ابتدائی دور سے ثابت کیا جا سکتا ہو جس کی پیداوار انھیں سمجھا جاتا ہے۔ وہ اس سے آگے قدم بڑھا کر یہ کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب احادیث کی بھاری اکثریت سرے سے دور نبوی سے کوئی تعلق ہی نہیں رکھتی بلکہ وہ بعد کے اسلامی ادوار کی پیداوار ہیں۔ زیادہ واضح الفاظ میں گولڈزیہر کا دعویٰ یہ تھا کہ احادیث چاہے وہ صحیح ترین کتب حدیث میں پائی جاتی ہوں، اور چاہے ان کی صحت علمائے اسلام کے نزدیک کتنی ہی ثابت شدہ اور متفق علیہ کیوں نہ ہو، علاوہ ایک قلیل ترین تعداد کے سب موضوع اور جعلی ہیں، حدیث کے بارے میں گولڈزیہر کے ان خیالات کو اسلامی قانون کے مغربی مولفین میں بڑا حسن قبول حاصل ہوا اور ان کی شرح، تائید، توثیق میں خوب لکھا گیا، اسناڈک ہارگرونیے نے اسلامی قانون پر لکھتے ہوئے بڑی حد تک گولڈزیہر ہی کے خیالات پر

ر کھی، شاخت نے بھی اسلامی قانون کی ابتدا اور اس کی نشوو ارتقا کے بارے میں
ہی کی فراہم کردہ بنیادوں پر عمارت اٹھائی اور اس بات کا اقرار بھی کیا کہ اس کی
شین بہت بڑی حد تک گولڈ زیہر کے افکار و آرا کی توثیق کرتی ہیں۔ لیکن شاخت
کام اسی حد تک محدود نہیں رہا۔ اس نے کتاب الام کا تفصیلی مطالعہ کیا اور گولڈ زیہر
آگے بڑھ کر بعض دعاوی پیش کیے جن میں سے خصوصیت کے حامل حسب ذیل امور ہیں
ب احادیث میں درج شدہ اکثر و بیشتر احادیث وہ ہیں جو امام شافعیؒ کے بعد روا

انونی مواد پر مشتمل احادیث جن کا انتساب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا
ن کا پہلا بڑا حصہ دوسری صدی ہجری کے وسط میں ظہور پذیر ہوا۔ صحابہ اور
ثار ان احادیث سے زماناً متقدم ہیں اور ان احادیث سے پہلے ہی مروج
قہی مذاہب کی زندہ روایات کو بھی ان احادیث سے تقدم زمانی حاصل ہے۔
بہ و تابعین کے آثار بھی نشوونما کے اسی عمل اور دور سے گزرے ہیں جن سے
ی ہیں اور انھیں بھی اسی نظر سے دیکھنا چاہیے جس سے احادیث کو۔
ناد کے مطالعہ سے بسا اوقات احادیث اور روایات کے زمانے کو دریافت
۔

اد کا مزاج یہ ہے کہ ان کی سمت سفر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہوتی ہے
سے زیادہ اور عالی سے عالی تر مرتبہ استناد حاصل کرنا چاہتی ہیں، یہاں تک کہ
ت نبویؐ پر منتہی ہو جائیں۔
نی مواد پر مشتمل احادیث کی شہادت صرف ۱۵۰ھ ہجری پیچھے تک لے جاتی ہے

۱۵۰ھ ہجری کا زمانہ وہ ہے جب اسلامی قانونی فکر کی ابتدا اموی انتظامی امور اور عوامی عرف و رواج کے مواد سے ہوتی ہے، جس کی چھاپ آج بھی بہت سی احادیث پر نمایاں طور سے پائی جاتی ہے۔

شاخت نے احادیث میں پائی جانے والی سنت کے بارے میں امام شافعیؒ کے رویے سے بعض نہایت اہم نتائج نکالے ہیں، اور ان نتائج کو نیز قانونی مواد پر مشتمل احادیث کو اسلامی قانون کے ارتقا اور اس کے اصولوں کو سمجھنے کے لیے استعمال کیا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ امام شافعیؒ سے دو صدی پہلے یہ عام اصول تھا کہ صحابہ اور تابعین کے آثار کا حوالہ بطور سند کے دیا جاتا تھا، اور ان کی تعبیر زندہ روایت کی روشنی میں کی جاتی تھی؛ شاخت نے زندہ روایت کے لفظ کو کئی ان تصورات کے لیے استعمال کیا ہے جنھیں فقہ اسلامی کے قدیم مسالک میں وہی مرتبہ حاصل تھا، جو شاخت کے خیال میں بعد میں سنت نبویؐ کو دے دیا گیا۔ ان تصورات میں سب سے اہم شاخت کے نزدیک رواج یا عمل یا الامر المجتمع علیہ ہے، زندہ روایت کی روشنی میں تعبیر کا سب سے اہم مظہر کسی فقہی مسلک کے فقہا کا کسی امر پر اجماع ہو جانا تھا۔ شاخت کا کہنا ہے کہ شاذ و نادر ہی ایسا ہوتا تھا کہ حدیث نبویؐ کا کسی مسئلے میں حوالہ دیا جاتا ہو اور اسی طرح کا کوئی حوالہ محض ایک استثناء کی حیثیت رکھتا تھا، شاخت کے خیال میں یہ امام شافعیؒ کا کام ہے کہ اسی استثنا کو اصول کی حیثیت حاصل ہو گئی۔ مذکورہ عمل کے پیش نظر شاخت کا کہنا ہے کہ صحابہ و تابعین کے آثار کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے منسوب احادیث پر تقدم زمانی حاصل ہے۔

فقہ کا اولین ماخذ قرآن کریم ہے۔ شاخت اس سے منکر ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ یہ ثابت کرنا بہت مشکل ہے کہ قرآن کریم اسلام کے ابتدائی قانونی مواد و نظریات کا

ی سرچشمہ ہے۔ اس کے خیال میں اسلامی قانون کا ماخذ براہ راست قرآن
سلامی قانون درحقیقت دورِ اموی کے عام رواج اور انتظامی اعمال و
ترقی یافتہ شکل ہے جس کو اسلامی قانون کی تشکیل کے لیے خام مواد کے طور پر
تھا۔ اگرچہ یہ رواج و اعمال کتنی ہی جگہ قرآن کریم کے مضمرات اور بعض
صریح احکام کی خلاف ورزی پر مشتمل تھے، اس طرح شاخت کے نزدیک
ابتدا دوسری صدی ہجری سے ہوتی ہے۔ جب کہ فقہ اسلامی کے قدیم
کے ساتھ نمودار ہونا شروع ہوتے ہیں۔ شاخت کا کہنا ہے کہ قواعد فقہیہ بھی اسی
ں اور انہی کو بعد میں حدیث کی شکل میں پیش کر دیا گیا۔ اس کے خیال میں
پہلے عراق میں نمودار ہوئے اور یہ فقہ اسلامی کے اس دور سے تعلق رکھتے
ابھی حدیث کا لباس نہیں پہنایا گیا تھا۔

ین دونوں اس پر متفق ہیں کہ قانونی مواد پر مشتمل احادیث یعنی احادیث
وط بنیادوں پر استوار ہیں، اور صحت و اعتماد انتہائی امکانی دولت سے
حت و اعتماد کے حصول کے لیے ہر وہ کوشش عمل میں لائی گئی ہے جو انسان
اخت انہی احادیث کو پایۂ اعتبار سے ساقط قرار دیتا ہے اور انھیں
ر دیتا ہے، اس کا کہنا ہے کہ احادیثِ احکام وضع کرنے کا زمانہ دوسری
ف اول ہے، مزید برآں اسناد اور تنقیدِ اسناد محدثین کے نزدیک جعلی
ث کی پہچان کا بہترین ذریعہ ہیں، لیکن شاخت کا کہنا ہے کہ علمائے اسلام کے
ہیں اور احادیث احکام کے سلسلہ میں ان کو پیش کرنا درست نہیں اسکا
کی ابتدا نہایت سادہ شکل میں ہوئی، ان کی تکمیل کہیں تیسری صدی ہجری میں

جا کر ہوئی۔ علمائے اسلام جن اسناد کو اول درجے کی اور معتمد ترین قرار دیتے ہیں ان کے بارے میں
علماء کے خیالات سے اتفاق کرنا مشکل ہی ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ سلسلۃ الذہب جسے اعلیٰ ترین
معیاری سندوں میں شمار کیا جاتا ہے، واقعہ یہ ہے کہ وہ امام مالکؒ سے پیشتر کے دور میں
پھیلے ہوئے جعل و وضع کے عمل کا براہ راست نتیجہ ہیں شاخت کے خیال میں اسناد انتہائی لاپروائی
سے مرتب کر دی جاتی تھیں اور کسی بھی قدیم مستند شخصیت کے منہ میں اپنے پسندیدہ نظریات و خیالات
ڈال کر اسے کسی بھی سند میں شامل کر دیا جاتا تھا۔

شاخت امور انتظامی عمل کو فقہ اسلامی کا سرچشمہ قرار دیتا ہے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کو بحیثیت رسول، شارع اور قانون ساز ماننے سے قطعاً منکر ہے۔ اس کے نزدیک حضورؐ
کی حیثیت فقط ایک معلم اخلاق کی ہے، تشریع نہ حضورؐ کا منصب ہے نہ آپ کے فرائض میں
شامل۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ اسلامی قانون کی ابتدا تشکیل اور ارتقا کے نقطۂ نظر سے شاخت
کی نظر میں اصل اہمیت دورِ نبویؐ کو نہیں دورِ اموی کو حاصل ہے۔ اس طرح قرآن و سنت اور
ان کے نصوص شاخت کے نزدیک اسلامی قانون کی نہ اساس ہیں نہ ماخذ نہ سرچشمہ۔ اس طرح
شاخت کی نظر میں سارا حدیثی سرمایہ جعلی و وضعی قرار دے کر رد کر دیا جاتا ہے، اور نصوص
قرآنیہ کو اگرچہ محرف یا جعلی قرار نہیں دیا جا سکا تاہم فقہ اسلامی کے ماخذ کی حیثیت سے عملاً ان کی
اہمیت کا انکار کر دیا جاتا ہے۔

شاخت کے ان نظریات کی بنیاد اسی مفروضے پر قائم ہے کہ پہلی صدی ہجری میں قانون
دین اسلام کے دائرہ سے باہر ایک قطعاً اجنبی چیز تھی دوسری صدی ہجری میں اسے دین اسلام کے
دائرے میں شامل کیا گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مطمحِ نظر ہرگز کسی تشریعی نظام کا قیام
نہ تھا، آپ کا مقصد فقط اخلاقی اصلاح تھا، مگر قرآن کریم خود شاخت کے ان مفروضات کی

...اتھ تردید کرتا ہے، قرآن قانون و اخلاق کے اس جوہری اور بنیادی فرق اور
...سے قائل نہیں جو خالصتہً مغرب کی پیداوار ہے۔ اور جیسے شاخت فقہ اسلامی
...یں رہنما اصول کے طور پر برتا ہے، قرآن کریم ہر قانونی حکم کو کسی نہ کسی اخلاقی
...تا ہے اور دونوں کو کسی نہ کسی صفت خداوندی سے وابستہ کر دیتا ہے۔ اور
...خلاق اور قانون کو ایک مسلسل غیر منقطع رشتے میں پرو دیتا ہے۔ اسی طرح قرآن نے
...لاقی، قانونی، عدالتی، فوجداری، دیوانی غرض کہ سارے معاملات کے بارے
...ں کے حکم کے آگے غیر مشروط اطاعت کا مطالبہ کیا ہے۔ خود قرآن رسول کریمؐ
...ہے، اس کا دائرہ کار کچھ بھی ہو، آخری اور ناقابل مرافعہ حیثیت دیتا ہے۔
...ری مطالعہ بھی یہ واضح کر دیتا ہے، کہ قرآن انسان کے دل و دماغ میں یہ جذبہ
...ہتا ہے کہ ہر معاملے میں خدا اور رسول کی طرف رجوع کیا جائے۔ پھر یہ کیسے
...جو انسان کے خارجی اعمال و افعال کی ضابطہ بندی کا دوسرا نام ہے۔ وہ قرآن کے
...ہے، علاوہ بریں شاخت نے اس بات کو بالکل نظر انداز کر دیا کہ اسلامی قانون
...رے یعنی سنہ ... ہجری سے کرنے کے نتیجہ میں اس نے ایک ایسا معاشرتی قانونی
...سی طرح سے پر نہیں کر سکتا۔ یہ تصور کہ پوری ایک صدی تک اسلامی معاشرہ
...ہا، ایک ایسا عجیب و غریب نظریہ ہے کہ اسے کسی درجے میں تسلیم کرنا ممکن
...ال تک قانون یعنی اسلام کے پیرووں کے خارجی اعمال و افعال کی ضابطہ
...یر موجود نہیں تھی سوائے عرف و عادہ اور رسم و رواج کے ایک ایسی
...و اور ماننے کے لیے بڑی دیدہ دلیری اور واقعات و حالات سے نگاہیں چرانے
...ت ہے، شاخت کا دعویٰ دراصل یہ ہے کہ ان سو سال کے دوران اسلامی

معاشرے نے قانونی ماخذ کے طور پر نہ تو قرآن کو در خور اعتنا سمجھا نہ حدیث کو بلکہ قانونی ماخذ کے طور پر وہ ان رسم و رواج عرف و عادۃ کو جو قبل اسلام کے جاہلی معاشرے کی باقیات تھیں نیز خلافت اسلامیہ سے ملحقہ ملکوں اور قوموں کے رسم و رواج کو قانونی ماخذ کے طور پر استعمال کرتے رہے، یہ دعویٰ کس حد تک واقعات کے مطابق ہے اور کہاں تک اہل بصیرت کے نزدیک قابل قبول ہو، ارباب فکر اس کا فیصلہ کر سکتے ہیں، یہ سمجھنا اور سمجھانے کی کوشش کرنا کہ سو سال کا یہ زمانہ جو انسانی تاریخ کا سب سے زیادہ انقلابی، نتائج خیز، فکر انگیز اور تغیر و تبدل سے لبریز دور ہے، سارے پیش آنے والے چیلنجوں کا جواب قانونی سطح پر دور جاہلیت اور ملحقہ ملکوں کے رسم و رواج کے ذریعے دیتا رہا۔ دیوانے کا خواب نہ کہا جائے تو کیا کہا جائے۔ اللہ المستعان علیٰ ما یصفون۔

یہودیت اس بے جگری کے ساتھ شاید ہی کبھی اس سے پہلے اسلام کے قلب و جگر پر حملہ آور ہوئی ہو۔ ہماری بے بسی اور بے کسی یہ ہے کہ ہم اسلامی قانون کی تاریخ پڑھنے اور سمجھنے کے لیے آج بھی اعدائے اسلام کی کج فکریوں کے محتاج ہیں۔ ہمارے پاس آج بھی فقہ اسلامی کے ادوار کو سمجھنے کیلئے مسلمان اہل قلم کی معیاری علمی تحریریں موجود نہیں۔ کیا اس فکری تہی دستی کو دور کرنے کیلئے دارالمصنفین جیسا وقیع ادارہ کچھ کرنے کے بارے میں سوچ رہا ہے؟

حکم اقراء کے ثقافتی پہلو

اور

[خلفائے بنی] عباسیہ کی عالمگیر تحریک کتب خانہ سازی کے اثرات

از ۔ ڈاکٹر محمد عبد الحلیم چشتی، سینیر لائبریرین، بیرو یونیورسٹی، کانو، نائیجیریا۔

...و بیرون ملک کے نامور اہل علم نے اسلامی عہد کے کتب خانوں کو اپنا موضوع بحث
...نے گنے چنے معروف و مشہور کتب خانوں کا ذکر کیا مولانا شبلی اور مستشرقہ
...ن سلسلہ میں جو کچھ لکھا اس نے اس موضوع پر محققین کو قلم اٹھانے پر آمادہ کیا،
...میاں اختر جونا گڈھی نے بعض نئے پہلو مثلاً وراقت اور انتظام کتب خانہ پر لکھا،
...وع پر لکھنے والوں کا یہی سرمایہ معلومات رہا ہے، چنانچہ مصر و شام کے نامور اہل علم
...ڈاکٹر محمد ماہر حمادہ کی معلومات بھی اور رگا بمنوٹ سے زیادہ نہیں، شاذ و نادر ہی
...ں نئی معلومات ملتی ہیں۔

...عہد میں مسلمانوں کی علمی تاریخ کا باب نہایت شاندار رہا ہے، خاص طور پر عہد عباسی
...امتیاز خاص حاصل ہے، اس دور میں کتب خانوں کی اتنی کثرت رہی ہے کہ
...سانی تاریخ کے کسی دور میں بھی کتب خانوں کی اتنی کثرت و تنوع کا کہیں
...ا، اس لیے ان کے ذکر کے بغیر کتب خانوں کی تاریخ نامکمل ہے۔
...اق سے اس موضوع پر لکھنے کیلئے قرعۂ فال میرے نام پر نکلا، میں نے اس امر کی کوشش کی

کہ مسلمانوں نے اپنے جملہ علوم و فنون کی اساس قرآن و سنت پر رکھی ہے، اور انہی سرچشموں سے انھوں نے اپنے گوناگوں علوم و فنون کی آبیاری کی اور انھیں تازگی و شادابی حاصل ہوئی، فن کتبخانہ بھی مسلمانوں کا خاص فن رہا ہے، اس فن کو پروان چڑھانے کے لیے انھوں نے جیسی دور رس دیرپا اور گوناگوں خدمات انجام دی ہیں، عہد اسلامی سے قبل ہمیں کتب خانوں کی تاریخ میں ان کا کہیں سراغ نہیں لگتا۔

اس فن کی اساس حکم اقراء اور قیدوا العلم بالکتاب پر قائم ہے، اور اس کی ترقی اسی کا فیضان ہے، میں نے اس کی بنیادوں کو قرآن و سنت میں تلاش کیا اور الحمد للہ غور و فکر کے بعد ان کی کڑیاں مجھے ملتی گئیں، میں نے اپنے تحقیقی مقالہ میں انھیں واضح کرنے اور مشکلات فن کو حل کرنے کی کوشش کی ہے، اس کوشش میں کس حد تک مجھے کامیابی ہو سکی ہے اس کا کچھ اندازہ قارئین اکرام کو "حکم اقراء کے ثقافتی پہلو اور خلفائے عباسیہ کی عالمگیر تحریک کتب خانہ سازی کے اثرات" سے ہو سکے گا۔ اس مقالہ میں جو خوبی آسکی ہے، اسے اسلامی تعلیمات کا فیضان سمجھیے اور جو لغزش و خطا ہو وہ میری طرف سے ہے۔ وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب،

غار حراء میں اقراء کے حکم نے عربوں کو الکتاب کی (۱) قرأت (۲) کتابت (۳) حفاظت اور (۴) اشاعت کا پابند کر کے علم و عرفان کا دالہ و شیدا بنایا، پھر ان کی دعوت پر جب قوم وملت نے اقراء کے نور کی معرفت کو دل میں جگہ دی وہ بھی مذکورۂ بالا چار باتوں کی خوگر ہو گئی، اس طرح نور اقراء سے عالم میں علمی دور کا آغاز ہوا اور تحریک علوم و کتب کے احیاء کا ایسا ترقی پذیر سلسلہ شروع ہوا کہ جب تک اس عالم میں اقرأ کا سلسلہ قائم ہے اسکی تحریک احیائے علوم و کتب کا دریائے فیض رواں رہے گا۔ اقرأ کی اس تحریک احیائے علوم و کتب سے

...خانوں کا قیام عمل میں آیا، پھر شاہان عباسی نے خزانۃ الحکمۃ، بیت الحکمۃ، خزانۃ الکتب
...کے بنی نوع انسان کے تمدنی و ثقافتی مشترکہ ورثہ کی حفاظت کے جذبہ کو مزید توانائی
...ر کتب خانہ سازی کی تحریک کو عالمگیر تحریک بنایا، اس کتب خانہ سازی کی عالمگیر تحریک کے
...رے بڑے اثرات حسب ذیل تھے۔

(۱) عرب جو اپنی قوت حافظہ پر غیر معمولی اعتماد کی وجہ سے اپنے علمی و ثقافتی ورثہ کو ضبط
...لانا عار سمجھتے رہتے تھے۔[1] اس تحریک نے ان کے ذہن ہی کو بدل کر رکھ دیا، وہ اس کو
... لگے، چنانچہ اوائل عہد عباسی میں پورے اسلامی قلمرو کے اندر تصنیف و تالیف
...علوم کے ترقی پذیر سلسلہ کا نہایت سرعت سے آغاز ہوا۔[2]

...عالمگیر و اجتماعی تحریک پورے اسلامی قلمرو میں پروان چڑھی اور ایسی مقبول عام ہوئی
...چلانے اور کتب خانوں کو فروغ دینے کے لیے نہ مرکزی نہ صوبہ جاتی و بلدیاتی اداروں
...تار ہوئی حقیقت یہ ہے کہ اس تحریک نے مسلم معاشرے کے احساسات اتنے بیدار
...کتب خانوں کا قیام و اہتمام مسلم معاشرے کے ثقافتی آداب و لوازم میں سمجھا جانے لگا تھا
... عہد عباسی میں کتب خانہ مسلمانوں کی تمدنی زندگی کا لازمی جز بن گیا تھا، اس لئے
...یوں میں کتابوں کے شوقین بادشاہوں، امیروں، وزیروں اور عالموں وغیرہ کے

...د العلم تالیف احمد بن علی الخطیب بغدادی، تحقیق یوسف العش، دمشق، المعہد الفرنسی ۱۹۴۹ء
...المحدث الفاصل بین الراوی والواعی تالیف الحسن بن عبد الرحمٰن الرامہرمزی، تحقیق محمد عجاج الخطیب
...فکر، ۱۳۹۱ھ ص ۶۱۱ - ۶۱۲، تذکرۃ الحفاظ للذہبی حیدرآباد الدکن، ط۔ ۳، مطبعۃ مجلس
... النظامیہ ۱۳۰۵ھ ج ۱ ص ۱۰۱ تاریخ الخلفاء سیوطی تحقیق محمد محی الدین عبد الحمید کراچی نور محمد کارخانہ
...۱۳۸ھ ص ۱۲۶ النجوم الزاہرہ فی اخبار ملوک مصر والقاہرۃ لابن تغری بردی القاہرہ مطبعۃ دار الکتب
...۱۳ھ ج ۱ ص ۳۵۱

کتب خانوں کے ذکر کرنے کا اہتمام نہیں کیا جاتا تھا۔ تذکرہ و تاریخ کی کتابوں میں کتب خانوں
کا ذکر شاذ و نادر ہی ملتا ہے، شاہ دمشق الملک المعظم جو ایک عالم و نہایت فاضل مصنف
تھا، تذکرہ نگاروں نے اس کے سب ہی پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے لیکن اس علم دوست،
معارف پرور شیدائے کتب بادشاہ کے کتب خانہ کا کسی نے تذکرہ نہیں کیا، یاقوت نے ابو سعد
محمد بن احمد عمیدی نحوی المتوفی ۴۳۳ھ کی کتاب تنقیح البلاغہ کا مصنف کے ہاتھ کا لکھا ہوا نسخہ
اس کے کتب خانہ میں دیکھا تھا،[1] اس لیے عمیدی کے ذکر میں اس کے کتب خانہ کا نام آگیا ورنہ
پتہ بھی نہ چلتا کہ اس کا بھی کوئی کتب خانہ تھا۔

(۳) عہد عباسی میں بادشاہ، امیر، وزیر کے محل سرا اور ذی حیثیت اور پڑھے لکھے لوگوں
کے مکان میں کتب خانہ ہونا لوازم زندگی میں شمار کیا جاتا تھا، چنانچہ شاہان عباسی میں سے
ہر ایک خلیفہ کے پاس کتب خانہ موجود تھا، لیکن تذکرہ نگاروں نے دو چار کے سوا کسی
خلیفہ کے کتب خانے کا ذکر نہیں کیا حالانکہ عوام و خواص میں ان کے کتب خانوں کی بہت
شہرت ہوتی تھی، چنانچہ صولی نے ایک موقعہ پر خلیفہ راضی باللہ سے یہ بات کہی تھی۔

یتحدث الناس بان سیدنا — عوام میں چرچا ہے کہ ہمارے بادشاہ
مع جلالۃ علمہ وعلو نعمتہ — نے جلالت علمی اور علوئے نعمت کے باوجود
عمل خزانۃ کتب کما عمل متقدموا — خزانہ کتب بنایا ہے جیسا کہ پیشرو بادشاہ
موا الخلفاء۔[2] — کتب خانے بناتے چلے آئے ہیں۔

[1] ارشاد الاریب الی معرفۃ الادیب لیاقوت بتصحیح د۔ س۔ مرجلیوث ط ۲، مصر مطبعۃ ہندیہ ۱۹۲۳ء
ج ۶ ص ۲۸۴ [2] اخبار الراضی باللہ والمتقی للہ للصولی القاہرہ مطبعۃ میورت، د، ۱۹۳۵ء ص ۳۹، خزائن
الکتب القدیمۃ فی العراق منذ اقدم العصور حتی ۱۰۰۰ھ، تالیف کورکیس عواد بغداد مطبعۃ المعارف ۱۹۴۸ء ص ۱۱۶

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ راضی باللہ کے تمام پیشرو بادشاہوں ـ

...۱۳۶ھ - ۱۵۸ھ/۷۷۴ء) مہدی (۱۵۸ھ/۷۷۵ء - ۱۶۹ھ/۷۸۵ء) ہادی (۱۶۹ھ/۷۸۵ء - ۱۷۰ھ/۷۸۶ء)

...۱۷۰ھ - ۱۹۳ھ/۸۰۹ء) امین (۱۹۳ھ/۸۰۹ء - ۱۹۸ھ/۸۱۳ء) مامون (۱۹۸ھ/۸۱۳ء - ۲۱۸ھ/۸۳۳ء)

...۲۱۸ھ - ۲۲۷ھ/۸۴۱ء) واثق (۲۲۷ھ/۸۴۲ء - ۲۳۲ھ/۸۴۷ء) متوکل (۲۳۲ھ/۸۴۷ء - ۲۴۷ھ/۸۶۱ء)

...۲۴۸ھ - ۲۴۸ھ/۸۶۲ء) مستعین (۲۴۸ھ/۸۶۲ء - ۲۵۱ھ/۸۶۵ء) معتز (۲۵۱ھ/۸۶۶ء - ۲۵۵ھ/۸۶۹ء)

...۲۵۵ھ - ۲۵۶ھ/۸۷۰ء) معتمد (۲۵۶ھ/۸۷۰ء - ۲۷۹ھ/۸۹۲ء) معتضد (۲۷۹ھ/۸۹۲ء - ۲۸۹ھ/۹۰۲ء)

...۲۸۹ھ - ۲۹۵ھ/۹۰۸ء) مقتدر (۲۹۵ھ/۹۰۸ء - ۳۲۰ھ/۹۳۲ء) قاہر (۳۲۰ھ/۹۳۲ء - ۳۲۲ھ/۹۳۴ء)

...ب خانے تھے، لیکن تاریخ کی کتابوں میں منصور، ہارون اور مامون کے سوا کسی کے

...ذکر نہیں ملتا، یہ اس امر کا نہایت بین ثبوت ہے کہ عباسی دور میں کتب خانہ

...ثقافتی زندگی کا ایک لازمی جزو بن چکا تھا، ہر پڑھے لکھے کا گھر چھوٹے بڑے

...سے خالی نہیں تھا۔ اس امر میں بڑے لوگوں کی بڑی شہرت تھی، اور ان کے کتب خانے

...ذکر سے مستغنی سمجھے جاتے تھے، اس لیے ان کے کتب خانوں کے متعلق زیادہ

...ملتیں ۔۔

...معاشرہ میں عوام کے لیے کتب خانے بنانے کا عام معمول بن گیا تھا، چنانچہ

...اصفہانی المتوفی ۵۲۶ھ جو سلطان محمود سلجوقی کے خزانہ شاہی کا نگران

...نے اس کا تذکرہ لکھا۔[۱] لیکن اس کے دار الکتب کا ذکر نہیں کیا، وجہ یہی ہو کہ

...ام کے لیے کتب خانے بنانے کا عام معمول تھا، اس لیے اس کے بانی دوسروں

...یں کیا جاتا تھا، اگر کوئی بہت ہی غیر معمولی کارنامہ ہوتا تو اس کا ذکر گاہ بگاہ

...وانباء ابناء الزمان لابن خلکان مصر، المطبعۃ المیمنیۃ، ۱۳۱۰ھ ج ۲ ص ۶۰-۶۱

تذکرہ نگاروں کی زبان قلم پر آجاتا تھا، اہل خیر عموماً مسجدیں بنواتے اور ان میں کتب خانے قائم کرتے تھے، بعض اہل خیر کئی کئی مسجدیں مختلف شہروں میں تعمیر کراتے تھے، چنانچہ حسان بن سعید منیعی المتوفی ۴۶۳ھ نے بہت سی مسجدیں مختلف شہروں میں بنوائی تھیں،[۱] ان میں کتب خانے بھی قائم تھے، لیکن ان کے غیر معمولی کارنامے کی وجہ سے تذکرہ نگار صرف جامع منیعی نیشاپوری کا ذکر کرتے ہیں اور بیت الکتب کا ذکر صرف عبد الغافر فارسی نے کیا[۲] اور کسی نے نہیں کیا، جس سے ہمارے مذکورہ بالا دعوے کی مزید تائید ہوتی ہے۔

(۵) عہد عباسی میں تیسری صدی ہجری کے نصف اول میں اہل علم کی سہولت و افادہ کیلئے بغداد کے اندر گھروں میں (انفرادی) اور راستوں اور چوراہوں پر عوامی کتب خانے موجود تھے،[۳]

(۶) اسلامی قلمرو کے بعض شہروں میں صرف عوامی کتب خانوں کی تعداد دس تک پہنچ گئی تھی، چنانچہ یاقوت نے مرو شاہجہاں کے بیان میں دوسرے اقسام کے کتب خانوں کو نظر انداز کرتے ہوئے صرف دس ایسے مشہور عوامی کتب خانوں کے ذکر پر اکتفاء کیا ہے، جن سے دو سو مجلدات بلا ضمانت بآسانی مل جاتی تھیں۔[۴]

(۷) سلاطین بھی عوامی کتب خانوں کے قیام کو خیر و برکت اور عزت و شرف کا

---

[۱] کتاب الانساب للسمعانی لیڈن اے جے بریل ۱۹۱۲ء ورق ۵۴۴، اللباب فی تہذیب الانساب لابن الاثیر بغداد، مکتبۃ المثنی، ب ت، ج ۳ ص ۲۷۶ [۲] السیاق The Histories of Nishapur تالیف عبد الغافر تحقیق Richard N. Frige Hague Manton 1965 ورق ۱۱ ب و نشر مع المنتخب من کتاب السیاق لعبد الغافر الفارسی لابراہیم بن محمد الصریفینی [۳] کتاب الحیوان للجاحظ تحقیق عبد السلام محمد ہارون مصر، مطبعۃ مصطفی البابی الحلبی ۱۳۵۶ھ ج ۱ ص ۶۰-۶۱ [۴] معجم البلدان مؤلفہ یاقوت، بیروت دار صادر ۱۳۷۶ھ ج ۵ ص ۱۱۴۔

اور اس میں مسابقت کو پسندیدہ اور نہایت شریفانہ اقدام خیال کرتے تھے، چنانچہ
نے بصرہ میں جب ابن سوار کے دار الکتب کو دیکھا تو کہا تھا ھذہ مکرمۃ
لیھا[1] "یہ ایسا خیر کا کارنامہ ہے جس میں ابن سوار ہم سے گوئے سبقت لے گیا ہو"
کے مذکورہ بالا جملہ میں عوامی کتب خانوں کے قیام کا ایک گونہ عزم و ارادہ بھی
ے۔

) ہر جامع مسجد اور ہر اُس مسجد میں جس کے اندر درس کا حلقہ قائم ہوتا تھا، عوامی
یا جاتا تھا[2]۔ پانچویں صدی ہجری کے اوائل میں جب خلیفہ ناصر لدین اللہ نے روح العارفین
تو بغداد کی سو سے زیادہ مسجدوں میں اس کا درس دیا جاتا تھا[3]۔ جس سے ثابت ہوتا
سو سے زیادہ مسجدوں میں عوامی کتب خانے قائم تھے، کیونکہ ہر جامع مسجد اور ایسی
تعلیمی حلقے قائم ہوتے تھے، عوامی کتب خانہ قائم کیا جاتا تھا[4]۔ نیز اس سے یہ حقیقت
جاتی ہے کہ عہد عباسی میں عوامی اور نصابی کتب خانوں کا چولی دامن کا ساتھ تھا۔
دوسری صدی ہجری کے نصف آخر میں کتب اور کتب خانوں میں انہماک اتنا بڑھ گیا تھا

تاریخ لابن الاثیر، بیروت دار صادر للطباعۃ والنشر ۱۳۸۵ھ ج ۱ ص ۸۸ ۔ [2] ابن
۔ تمدن عرب از گستاولی بان ترجمہ سید علی بلگرامی، آگرہ، مطبع مفید عام، ۱۸۹۸ء
الحضارۃ الاسلامیۃ فی القرن الرابع الہجری لآدم متز ترجمہ محمد عبد الہادی ابو ریدہ، [3]
لجنۃ التالیف والترجمۃ والنشر، ۱۳۶۶ھ ج ۱ ص ۲۴۳ [4] المختصر المحتاج من تاریخ
ابن الدبیثی للذہبی تحقیق مصطفیٰ جواد، بغداد مطبعۃ المعارف ۱۳۷۱ھ ج ۱
خلکان جلد ۱، ص ۴۹ تمدن عرب ص ۱۳۹۱، الحضارۃ الاسلامیہ لآدم متز

اہل علم اس کو بلند ترین عہدہ و منصب اور شاہوں کی قربت و مصاحبت سے بہتر و برتر
سمجھنے لگے تھے۔ جاحظ کا بیان ہے، "میں جب اسحاق بن سلیمان ہاشمی المتوفی ۱۹۴ھ
کے پاس ان کی گورنری سے معزولی کے بعد گیا اور انہیں کتب خانہ میں، کتابوں کے اندر
منہمک دیکھا تو کہا تھا کہ آج کے دن سے زیادہ پُر وقار، بلند تر، بارعب اور باعظمت میں نے
ہاشمی کو کبھی نہیں دیکھا تھا، اسلئے کہ اس نے ہیبت کے ساتھ محبت کو اور عظمت کے ساتھ
حلاوت کو اور سیادت کے ساتھ عظمت کو جمع کر دیا تھا[1]۔

(۱۰) زمانہ طالب علمی سے طلبہ کتب خانہ بنانے کی دھن میں لگ جاتے تھے، چنانچہ صولی
المتوفی ۳۳۵ھ نے جب راضی باللہ اور اس کے بھائی ہارون کو پڑھانا شروع کیا اور انہیں
کچھ منتخب فقہ و ادب، لغت و تاریخ کی کتابیں خرید کر دیں تو عمل کل عند منہما خزانۃ الکتب[2]
ہر ایک نے اپنا کتب خانہ بنانا شروع کر دیا تھا۔

(۱۱) کتابیں پڑھے لکھے لوگوں کی زندگیاں بدلتی، ان کے اذہان کو جلا بخشتی، ان کے افکار
میں ندرت و وسعت پیدا کرتی تھیں اور بے پڑھے لکھے لوگوں کے محل سراؤں اور رہن بسیرون
کی سجاوٹ اور زینت کا بھی کام دیتی تھیں جس سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ مسلمانوں
نے کتب اور کتب خانوں سے تطہیر قلب و نظر اور تزکیۂ ذہن و فکر کے علاوہ آرائش مکین
و مکان کا بھی کام لیا تھا، چنانچہ اسکا علمی مظاہرہ عباسی قلمرو سے باہر مشرق کے علاوہ مغرب
میں بھی ہوتا رہتا تھا، حضرمی کا بیان ہے کہ میں قرطبہ کے سوق الکتب میں اپنی مطلوبہ کتاب
کی طلب و جستجو میں مدت سے منتظر تھا، ایک وقت ایسا آیا کہ وہ کتاب روشن خط اور

---

[1] کتاب الحیوان للجاحظ ج ۱ ص ۶۱ - ۶۶ [2] الفخری فی الآداب السلطانیہ والدول الاسلامیہ لابن الطقطقی بیروت
دار صادر ۱۳۸۰ھ ص ۶۲ [3] اخبار الراضی للصولی، ص ۳۹ - ۴۰۔

...ہ تشریح کے ساتھ نظر آئی مجھے بہت خوشی ہوئی، میں اس کی قیمت بڑھا کر دینے لگا لیکن ...لگانے والا میری زیادہ قیمت پر بڑھتا رہا اور حد سے نکل گیا، میں نے آواز لگانے والے سے ...زرا بتاؤ کون ہے جو اس کتاب کی قیمت لگانے میں اتنا بڑھ گیا ہے کہ مقابلہ نہیں کیا جا سکتا، ...نے ایک امیر آدمی کی طرف اشارہ کیا، میں نے اس سے جا کر کہا، جناب فقیہہ اگر آپ کو ...ضرورت ہے تو میں اس کو چھوڑتا ہوں، اس کی قیمت انتہا کو پہنچ گئی ہے، اس نے ...اب میں کوئی فقیہہ نہیں، نہ مجھے یہ علم ہے کہ اس میں کیا لکھا ہے، میں نے کتب خانہ بنایا ہے ...کی سربرآوردہ شخصیتوں میں میرا شمار ہونے لگے، اب میرے کتب خانہ کی الماری میں ...کتاب کے رکھنے کی گنجایش ہے، میں نے جب اس کی ظاہری آرایش و زینت دیکھی ...ب دنظر میں سما گئی، زیادہ قیمت کی میں نے کوئی پرواہ نہیں کی، اللہ تعالیٰ کا احسان ...نے رزق و دولت فراوان دے رکھی ہے، اس کے اس جملہ نے مجھے یہ کہنے پر آمادہ ...شبہ دولت آپ ہی جیسوں کے پاس آتی ہے، وہ اخروٹ انہی کو کھلاتا ہے جن کے دانت ...تے، جو کچھ کتاب میں ہے اس کو میں جانتا ہوں اور اس سے استفادہ کرنا چاہتا ہوں لیکن ...ں پیسہ اتنا نہیں ہے کہ اسے لے سکتا۔[1]

...۱۱) مسلم معاشرہ کی ذہنی سطح اتنی بلند ہو چکی تھی کہ قیادت و سیادت اپنا بھرم رکھنے ...ب خانوں کی محتاج تھی، کسی شخص کی قیادت و سیادت کے متعلق رائے قائم نہیں ...، جب تک یہ نہیں معلوم ہو جاتا تھا کہ اس کی ملکیت میں کتب خانہ ہے، جیسا کہ ...واقعہ سے ثابت ہے، اس حقیقت کا انکشاف بھی مذکورہ بالا خاص واقعہ کی وجہ سے ...بھی نہ چلتا کہ مسلم معاشرہ میں عزت و شرف کی خاطر جاہلوں کو بھی قابل رشک

...یب من غصن الاندلس الرطیب تالیف احمد ابن محمد احمدی تحقیق محمد محی الدین عبد الحمید، بیروت ...لعربی سنہ ۱۳۶۹ھ ج ۳ ص ۱۰ و ۱۱

کتب خانہ بنانا پڑتا تھا۔

(۱۳) عہد عباسی میں مسلم معاشرے کے اندر اہل علم کو کتابوں کے دیکھنے، مطالعہ کرنے اور خریدنے کا ذوق و شوق اتنا بڑھ گیا تھا کہ ہر عالم اپنی بساط و استطاعت کی حد تک کتاب کبھی اپنے ہاتھ سے جانے نہیں دیتا تھا، جب کتاب کی قیمت اس کے بوتے سے باہر ہو جاتی تھی وہ خاموشی اختیار کرتا تھا، حضرمی کا واقعہ اس امر کا واضح ثبوت ہے۔

(۱۴) عہد عباسی میں دربار سے وابستہ اہل علم کے لئے کتب خانہ رکھنا اس لئے بھی ناگزیر تھا کہ ان کے پاس فرمانرواؤں کی طرف سے علمی سوالات آتے رہتے تھے، جن کے جوابات کے لیے کتابوں سے مراجعت ضروری ہوتی تھی، چنانچہ ابو علی قعقلی کا بیان ہے

میں ابن خالویہ المتوفی سنہ ۳۷۰ھ کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا کہ سیف الدولہ کا فرستادہ لغت سے متعلق چند سوالات لیکر آیا، ابن خالویہ انھیں دیکھ کر کچھ پریشان ہوئے، پھر اپنے خزانۂ کتب میں آئے، کتابیں نکالیں، تلامذہ میں تقسیم کیں تاکہ ان باتوں کا جواب دیا جائے۔[1]

(۱۵) عہد عباسی میں مشرق سے مغرب تک کتابوں کی ظاہری زیب و زینت بھی بڑھنے لگی اور جمالیاتی نقطۂ نظر سے تزئین و آرائش پر بھی خوب زور دیا جانے لگا تھا، جیسا کہ حضرمی کے مذکورہ بالا واقعہ سے ظاہر ہے، نیز کتابوں کی آرائش و زیبائش کا فن اتنا ترقی کر گیا تھا کہ

---

[1] رسالۃ ابن القارح لعلی بن منصور المعروف بابن القارح تحقیق عائشہ عبد الرحمن بنت الشاطی ط ۱، ۲ القاہرہ دار المعارف سنہ ۱۳۹۶ھ ص ۴۳، یہ رسالہ، رسالۃ الغفران للمعری کے ساتھ شائع ہوا ہے، نیز ملاحظہ ہو رسالۃ الغفران ص ۴۵–۸۰، ومراتب النحویین تالیف عبد الواحد اللغوی المتوفی سنہ ۳۵۱ھ تحقیق محمد ابو الفضل ابراہیم، القاہرہ، مکتبہ نہضۃ مصر سنہ ۱۳۷۵ھ مقدمۃ المحقق ص ۵۔

...دور کے نثو صفحے کی کتاب کی سجاوٹ پر دس دس تولہ سونا لگا دیا جاتا تھا، چنانچہ فقیہ
...یث سمرقندی المتوفی ۳۷۳ھ کی کتاب بستان العارفین کے نسخہ کی زرکوبی و طلا
...میں دس دینار، دو دوانق اور ایک حبہ کے بقدر زر خالص استعمال کیا گیا تھا۔[1]

(۱۶) اہل علم اپنے لئے ہی نہیں اپنی اولاد کے لئے بھی کتب خانہ علیحدہ بنانے لگے تھے،
...بوالحسن علی بن عبد اللہ نطاکی المتوفی ۵۴۱ھ نے جو بہت اچھے خطاط تھے، تین
...کتب بنائے تھے، ایک کتب خانہ اپنے لئے، دوسرا اپنے فرزند ابو البرکات عبد القاہر
اور تیسرا ابو عبد اللہ حسن کے لئے بنایا تھا۔[2]

(۱۷) بعض عوامی کتب خانوں میں کتابوں کے علاوہ شائقین کتب کو نقد رقم بھی دی
...تی تھی، چنانچہ ابن سوار، بصرہ، رامہرمز کے کتب خانوں میں استفادہ کرنے والوں کو
...دیا جاتا تھا۔[3] ابو القاسم جعفر موصلی المتوفی ۳۱۳ھ موصل میں اسی طرح کی داد و دہش
... تاکہ کتب خانوں سے ذوق و شوق میں مزید اضافہ ہوتا رہے اور عوام کتاب
...خانوں سے قریب سے قریب تر ہوتے چلے جائیں۔

...سے یہ حقیقت بھی واضح ہوگئی کہ سرکار ہی نہیں دولتمند طبقہ بھی غیر سرکاری طور پر
...خانوں کے فروغ کے لئے ان عوامل کو پیش نظر رکھتا تھا، جو استفادہ کتب کی

...ن فی تاریخ الاعیان تالیف یوسف بن قزاوغلی، حیدرآباد الدکن، مطبعۃ دائرۃ المعارف
...ھ ص ۲۴۴، مدارس بغداد فی العصر العباسی مولفہ [illegible] مطبعۃ دار البصری بغداد
العلمیۃ
...معجم الادباء، ج ۶، ص ۲۲۴، اعلام النبلاء بتاریخ حلب الشہباء، تالیف محمد راغب الطباخ، المطبعۃ
...ج ۶، ص ۲۰۹، احسن التقاسیم فی معرفۃ الاقالیم للمقدسی، مطبعۃ بریل لیڈن ۱۹۰۶ء
...الاسلامیہ لآدم متز، ج ۱، ص ۲۴۴ ۔ [5] معجم الادباء، ج ۲، ص ۴۲۰۔

راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ بنتا ہے، افلاس اور روٹی کا مسئلہ جو آج بھی ایک دین اور
نظام حیات بنا ہوا ہے، اس تحریک نے دولت مندوں کے ذہن کو ایسی جلا دی تھی کہ وہ
کتب و کتاب خانوں کے شائقین اور استفادہ کے خواہش مندوں کی وابستگی و شیفتگی کو برقرار
رکھنے کے لئے ان کی ضروریات زندگی بھی نقدی کی صورت میں مہیا کرنے لگے تھے تاکہ کتب
اور کتب خانوں سے دلچسپی و وابستگی کا سلسلہ دائم و قائم رہے۔

(۱۸) اس تحریک نے ایک ایسے نظام کتب خانہ کو جنم دیا جس نے ان تمام کڑیوں
کو جن کے قیام و اہتمام کے لیے آج مملکتوں کا سہارا لیا جاتا ہے، ٹیکس لگائے جاتے ہیں، محض
ایک اخلاقی و روحانی نظام "صدقہ جاریہ" کے ذریعہ مربوط و استوار کر رکھا تھا، حقیقت
یہ ہے کہ اس نظام کے اندر چھوٹے سے چھوٹے پائنٹ اور ڈپو (مستقر) بیت الحکمت تک
ہر ایک، ایک ہی سلسلہ میں منسلک نظر آتا ہے، حالانکہ آج کے دور میں ان کڑیوں کو
باہم پیوست رکھنے کے لیے مالیاتی سرچشمہ کی ضرورت شدت سے محسوس کی جاتی ہے، اسی لیے
ریٹ سپورٹیڈ (RATE-SUPPORTED) اور ٹیکس سپورٹیڈ (TAX-SU-
PPORTED) لائبریریاں قائم کی جاتی ہیں۔[1] اس مالیاتی سرچشمہ سے دیگر کتب خانوں کو
منسلک کرنے کے لئے کبھی بل، ایکٹ اور کبھی آرڈیننس منظور کئے جاتے ہیں، اس کے باوجود
خدمت کی کمی کا احساس شدت سے کیا جاتا ہے، اسلام نے اشاعت علوم کی جو تحریک چلائی
اور جو نظام قائم کیا اس نے اس قسم کے جبری مالیاتی نظام کے ذریعہ ان مختلف کڑیوں کو
مربوط و منسلک رکھنے کے بجائے ایک اخلاقی و روحانی نظریہ سے اس کا رشتہ قائم کیا جو صدقہ
جاریہ کے نام سے آج بھی عالم میں جاری و ساری ہے، صدقہ جاریہ کے پیچھے جو قوت نافذہ سرگرم
عمل نظر آتی ہے، وہ قرآن و سنت کا پیدا کردہ یقین ہے، وہی دراصل وہ قوت نافذہ ہے،

---

[1] انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا ج ۱۴ ص، طبع ۱۹۶۶ء شکاگو (امریکہ)

...ے اپنے مظاہر دکھاتی رہی ہے، اس کی فیض بخشیاں بلا قید زمان و مکاں آج بھی ہر جگہ جاری
...ر عجیب بات یہ ہے کہ تملیکی نشاط (POSSESIVE HAPPINESS)
...ر مظاہرہ بھی اس نظام میں نظر آتا ہے، چنانچہ عہد عباسی میں ذاتی کتب خانوں کا بلا امتیاز
... و ملت، رنگ و نسل، مسلک و عقیدہ ہر شخص کے لیے اپنے دروازے کھلے رکھنا ان
...ت نافذہ کا عمل دخل تھا، انفاق فی سبیل اللہ کی تعلیمات نے صدقۂ جاریہ کے حدود کو
...سعت دی اور .... اس کی جڑیں بہت مضبوط کر دی اور بہت دور تک
...تھیں،

(۱۹) ... ذاتی کتب خانوں نے عوامی کتب خانوں کی خدمات انجام دینا شروع کر دی تھیں
...ل علم کی علمی تشنگی دور کرنے، روحانی اور دماغی سامان فراہم کرنے لگے تھے، چنانچہ
... عبید اللہ میکالی المتوفی ۴۳۶ھ نے اپنے نہایت نادر و بیش قیمت خزانہ کتب سے
...ی المتوفی ۴۲۹ھ کو بہت بڑی تعداد میں کتابیں دیہات میں لے جانے کی اجازت بھی
...تھی، جس کا تذکرہ علامہ ثعالبی نے حسب ذیل الفاظ میں کیا ہے۔

مجھے امیر موصوف نے اجازت دی تھی کہ میں ان کی کتابوں کے خزانوں سے
... راہ کے لیے پھلوں کو ساتھ رکھ لوں تاکہ جس کام کے میں درپے ہوں اس سے
...ں میں مدد لیتا رہوں، یہ امیر رہنما کی طرح ہیں جو مسافر کی توشہ سے مدد کرتا اور
...ب کی طرح ہیں جو مریض کو دوا کے ساتھ غذا بھی دیتا ہے، اس طرح گویا مجھے
... کتابوں کے ساتھ چھوڑ دیا گیا ہے، ان سے مطلب کی باتیں نکالتا اقتباس
... ابواب بندی کرتا، فصلیں قائم کرتا، نوع بنوع ترتیب دیتا تھا، اور ائمۂ فن
...، اصمعی، ابو عمرو شیبانی، کسائی، فرا، ابو زید، ابو عبید، ابو عبیدہ، ابن الاعرابی

نضر بن شمیل، ابو العباس مبرد، ابو العباس ثعلب، ابن درید، نفطویہ، ابن
خالویہ، خازنجی، ازہری اور ان کے علاوہ ظریف ادیب جو فصاحت و بلاغت
کے جامع تھے، جیسے صاحب ابو القاسم، حمزہ بن حسن اصبہانی، ابو الفتح مراغی،
ابو بکر خوارزمی، قاضی ابو الحسن، علی بن عبد العزیز جرجانی، ابو الحسن احمد بن فارس
زکریا قزوینی کے انوار و فیوضات سے مستفید ہونے لگا۔[۱]

علامہ ثعالبی نے امیر موصوف کا مقابلہ اس طبیب سے کیا ہے جو اپنے دواخانہ سے
جسمانی امراض کے لئے دوا و غذا دونوں مریضوں کو پہنچاتا ہے، امیر موصوف نے بھی روحانی و
دماغی تسکین کے لیے کتب خانہ بنایا تھا، کتب خانہ بہمہ وجوہ یہ خدمت انجام دیتا تھا، یہ
خود بھی محققین کی رہنمائی کرتے ان کی علمی تشنگی کو دور کرنے کے لیے زبان و قلم سے عالم کو فائدہ
پہنچاتے اور اپنے کتب خانے سے نادر کتابیں بے تامل شہر ہی میں نہیں دیہات میں لے جانے
کے لیے بھی دیتے تھے، اس طرح ان کے کتب خانے سے دور و نزدیک ہر جگہ فائدہ اٹھایا جاتا تھا،
گویا اس تحریک نے ذاتی کتب خانوں کو اپنی ہیئت و خدمات میں عوامی کتب خانوں کے
ہمسر بنا دیا تھا اور انھیں ادارہ جاتی اور عوامی کتب خانوں کی خدمات میں تبدیل کر دیا تھا
جیسا کہ مذکورۂ بالا واقعہ سے عیاں ہے۔

(۲۰) اس تحریک نے کتب خانوں کو ایسا مرغوب خاطر بنایا تھا، رشتۂ ازدواج کے
انتخاب کے لیے مال و منال اور حسب و جمال کی طرح کتب خانے کے وجہ انتخاب بننے کا
رجحان بھی اہل علم کو ہونے لگا تھا، چنانچہ امام اسحاق بن راہویہ المتوفی ۲۳۸ھ نے سلیمان بن
عبد اللہ زغفرانی المتوفی ۲۲۱ھ کی بیٹی سے شادی اس لیے کی تھی کہ انھیں اس سے امام شافعی کی

[۱] فقہ اللغۃ و سر العربیۃ تالیف عبد الملک الثعالبی تحقیق مصطفیٰ السقا وغیرہ، ط، ۲ مصر، مطبعۃ مصطفیٰ البابی الحلبی ۱۳۷۴ھ، ص ۱۹۹۔

صانیف پر مشتمل کتب خانہ مل گیا تھا۔[۱]

اسے دوسرے لفظوں میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ عہد عباسی میں عقد نکاح صرف شرعی اور ضرورت نہیں سمجھی جانے لگی تھی، بلکہ وہ علمی ضرورت بھی بننے لگی تھی۔ علم، کتب اور خانے ایک مقام سے دوسرے مقام پر اسی نسبت سے منتقل ہوتے اور یوں اس مقام کو ہرت دبقاے ودوام حاصل ہوتا تھا۔[۲]

س واقعہ کو چنداں حیرت، واستعجاب سے نہیں دیکھنا چاہئے اس ترقی یافتہ دور میں بھی نہ جہیز میں دینے کا رحجان پایا جاتا ہے، چنانچہ اس دور کی نامور علم دوست شخصیت و شرافت کی یادگار ہمدرد دواخانہ کے سربراہ حافظ حکیم محمد سعید صاحب دہلوی نے اپنی اختر کے جہیز میں ذاتی کتب خانہ دے کر اسلاف کی یاد از سر نو تازہ کی ہے، کثر اللہ شالہم

)، عہد عباسی میں کتب خانوں کی اہمیت وافادیت اتنی بڑھ چکی اور عام ہو چکی تھی کہ اور رسیا، معذور، محتاج ہونے کے باوجود علم وحکمت کے خزانوں کی جستجو میں سفر تھے، وہ ان کی علمی ثروت سے بہرہ مند ہوتے، ان کی خدمات کا برملا اعتراف ی تعریف کرتے، ان کی ثقافتی سرگرمیوں کا اشعار وخطوط میں تذکرہ کرتے تھے، چنانچہ عربی زبان و نابینا شاعر ابو العلاء معری (۳۶۳ھ۔۴۴۹ھ) نے معرہ سے بغداد کا سفر مشہور کتب خانہ [illegible] کی خاطر کیا تھا۔ وہ دار العلم کے خازن عبد السلام البصری المتوفی ۴۰۵ھ ار ادبی مجلسوں میں شرکت کرتا تھا، اس نے اپنے اشعار میں عبد السلام بصری کا

ورق ۲۰۰، ۲۰۰، اللباب ج ۲ ص ۱، ۲ الیضاً ج ۱ ص ۲۲۳ ۳ انباہ الرواۃ علی انباہ النحاۃ
یوسف القفطی تحقیق محمد ابو الفضل ابراہیم، القاہرہ مطبعۃ دار الکتب المصریۃ ۱۳۶۹ھ ج ۱ ص ۵۰

ذکر کیا ہے۔[۱] اپنے ماموں کو ایک خط میں بغداد کے ایک سفر کا مقصد بیان کرتے ہوئے لکھا ہے: "اقدمنی تلک البلاد مکان دار الکتب بھا"[۲] بغداد میں دار الکتب کا قیام ہی مجھے یہاں کھینچ لایا ہے، اس نے اس کو سب سے بہتر جگہ قرار دی ہے[۳] اسی طرح معری نے دار العلم الشام کا سفر کیا، اور اس وقت کے عظیم کتب خانوں سے فائدہ اٹھایا۔[۴]

(۲۲) عہد عباسی میں کتابوں سے محبت، ان کی اہمیت وافادیت اہل علم کے دل و دماغ میں ایسی بیٹھ گئی اور علمی وکتابی ضروریات کے ترقی پذیر سلسلہ کی تعمیر و تشکیل ان کے قلب و نظر میں ایسی سما گئی تھی کہ وہ اپنی اور بیوی بچوں کی جان پر فقر و فاقہ برداشت کرتے لیکن کتابوں کی جدائی اور اپنے علمی ذخیروں میں کمی کو گوارا نہیں کرتے تھے، چنانچہ ابراہیم حربی المتوفی ۲۸۵ھ کا مندرجہ ذیل واقعہ اس امر کا شاہد عدل ہے۔

ایک مرتبہ ان پر کئی دن فاقے سے گزر گئے، بیوی نے آکر عرض کیا میں اور آپ تو صبر سے بیٹھے رہیں گے لیکن ان ڈو بچیوں کو کہاں تک بھوکا ماروں، اپنی کتابوں میں سے کچھ دیجئے انھیں بیچ یا گروی رکھیں۔ موصوف کا بیان ہے میں نے ذرا بخل سے کام لیا اور کہا "ان کے لئے تم کہیں سے قرض لے لو، مجھے ایک دن کی اور مہلت دو، میرے مکان کی دہلیز کے پاس میرا بیت الکتب تھا جہاں بیٹھ کر لکھتا پڑھتا تھا، رات کو ایک شخص نے آکر دستک دی میں نے کہا کون! وہ بولا۔ آپ کا پڑوسی! میں نے کہا آئیے۔ اس نے کہا پہلے چراغ بجھا دیجئے۔

[۱] انباہ الرواۃ وسقط الزند للمعری، بیروت، دار صادر للطباعۃ والنشر، ۱۳۷۶ھ ص ۱۱۶ تجدید ذکری ابی العلاء ط ۲ القاہرۃ .... دار المعارف ۱۹۶۳ء ص ۱۴۱ [۲] خزائن الکتب القدیمۃ فی العراق للعواد ص ۱۴۱ [۳] رسائل ابی العلاء المعری تحقیق مارگولیتھ آکسفورڈ کلیرنڈن پریس ۱۸۹۸ء ص ۳۴
[۴] انباہ الرواۃ للقفطی ج ۱ ص ۴۹

نے چراغ بہت مدھم کر دیا (اور) ایک رومال میں پانچ سو درہم اور کھانے کا
چلا گیا میں نے بیوی کو بلایا اور کہا بچیوں کو کھلا دو"[1]

حربی نے فقر و فاقہ، پیٹ کی آگ سب کچھ اپنے اور بیوی پر ہی رہنے بچیوں پر بھی
کتابوں کو بیچنا یا گروی رکھنا اور ذخیرہ میں کمی کرنا گوارا نہیں کیا،[2] کیونکہ انہی کتابوں
زندگی کو سنوارا تھا۔ فکر کی تربیت کی تھی، ان کے ذہن کو جلا بخشی تھی اور ان کے
حاوی ہو گئی تھیں، بھلا ایسے محسن رفیق کو کون جدا کر سکتا تھا۔
عہد عباسی میں کتابوں سے محبت و شیفتگی اتنی بڑھ گئی تھی کہ اگر کسی کو اپنی زندگی
وری اپنی کچھ کتابیں جدا کرنی پڑتیں تو اہل علم کے دل و دماغ پر جو گزرتی' و،
ار کی صورت میں آجاتی پھر جو اسے پڑھتا وہ اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہتا'
کی خریداری پر پچھتاتا اُس کا جی چاہتا کہ کاش وہ کتابیں اس کے مالک کو واپس
قسم کا ایک واقعہ نامور محدث و مصنف، ادیب و شاعر راوی کتاب
ابو الحسن علی بن احمد بن علی ایذجی قالی بغدادی المتوفی ۴۴۸ھ کے ساتھ
ش ایام سے موصوف کو کچھ کتابیں اپنے ذاتی کتب خانے سے نکالنی پڑیں ان میں
نسخہ بھی تھا، قاضی ابوبکر بن بدیل تبریزی نے اسے پانچ دینار میں ان سے خریدا
لئے، اس نسخہ سے ابوبکر زکریا تبریزی نے الجمہرہ کا نسخہ نقل کیا دوران نقل
جلد میں قالی کا خط رکھا ہوا ملا جس پر قالی کے وہ اشعار لکھے ہوئے تھے جو
کی جدائی پر کہے تھے، وہ کہتا ہے۔

الخطیب، مصر، مطبعۃ السعادۃ، ۱۳۴۹ھ ج ۶ ص ۳۲
۳-

انست بها عشرين حولا وبعتها　　فقد طال شوقي بعدها وحنيني
میں بیس[2] برس نسخہ جمہرہ سے محبت کرتا رہا، اور جب میری محبت و اشتیاق بڑھ گیا

اس موقع پر مجھے اسے بیچنا پڑا۔
وما كان ظني انني سابيعها　　ولو خلدتني في السجون ديوني
مجھے یہ گمان بھی نہ تھا کہ میں اسکو بیچ دونگا اگرچہ مجھے اسکی وجہ سے دائمی قرض کی قید میں رہنا پڑتا
ولكن لضعف وافتقار وصبية　　صغار عليهم يستهل شؤوني
لیکن کمزوری، احتیاج اور چھوٹے چھوٹے بچوں کی وجہ سے جن پر میری آنکھیں آنسو بہا رہی ہیں
فقلت ولم املك سوابق عبرة　　مقالة مكوي الفؤاد حزين
اب میں کہتا ہوں اور مجھے اب آنسوؤں پر قابو نہیں رہا، ایک غمگین اور سوختہ جگر کی بات
وقد يخرج الحاجات يا ام مالك　　كرائم من رب بهن ضنين
اے ام مالک حاجتیں نفیس چیزیں مالکوں سے نکلوا دیتی ہیں، جنھیں وہ جدا کرنا نہیں
چاہتے مگر نکالنا پڑتی ہیں۔ زکریا تبریزی نے جب یہ رقعہ قاضی ابوبکر تبریزی کو دکھایا اس نے
یہ شعر پڑھے تو کہنے لگا اگر اس کو پہلے دیکھا ہوتا تو میں یہ نسخہ قالی کو واپس کر دیتا لیکن اب
قالی دنیا سے رخصت ہو چکا تھا۔[1]
(۴۲) اس تحریک نے عہد عباسی میں کتابوں کی قدر ایسی بڑھائی تھی اور ذخیرۂ کتب کو ایسا
بیش قیمت سرمایہ بنا دیا تھا کہ اسے گروی رکھا جاتا تھا،[2] گویا کتابیں عہد عباسی میں زر خالص کی حیثیت
رکھتی تھیں اس وجہ سے چور انہیں چراتے[3] اور اوباش انھیں لوٹا کرتے تھے۔[4]　　(باقی)

---

[1] معجم الادباء ج ۵ ص ۵۰ [2] تاریخ بغداد للخطیب ج ۶ ص ۳۲ [3] ایضاً ج ۱۲ [4] المنتظم فی تاریخ الملوک والامم لابن جوزی
ج ۸ ص ۱۰۷ والبدایہ والنہایہ لابن کثیر ج ۱۱ ص ۲۱۴ [4] معجم الادباء ج ۳ ص ۱۰۲

علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ کی قرآن فہمی

از

ڈاکٹر سید محمد فاروق بخاری شعبۂ عربی امر سنگھ (کالج) سری نگر (کشمیر)

...محمد انور شاہ کشمیری حدیث و فقہ کے جلیل القدر عالم ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے زما...
...سروں اور قرآنی علوم کے غواصوں میں سے بھی تھے، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور حضرت
...لی تھانویؒ قرآنی مشکلات سمجھنے کے لئے کبھی کبھی حضرت شاہ صاحبؒ کی طرف رجوع
...انی کو شاہ صاحبؒ کی قرآن فہمی پر ناز تھا، انھوں نے فتح الملہم میں اُن کے افادات و تحقیقات
...فیت کے ساتھ نقل کئے ہیں، اسی طرح اپنی اردو تفسیر میں بھی ان کی رائے کو آخری را...
...لیا ہے، قل الرُّوح من امر ربی کی تشریح کرتے ہوئے حضرت شاہ صاحب کی
...ترجیح دیتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"...بحث میں میرے نزدیک قول فیصل وہی ہے، جو بقیۃ السلف بحر العلوم مولانا
...صاحب اطال اللہ بقاءہٗ نے فرمایا[1]"

...معراج سے متعلق مباحث میں حضرت علامہ کشمیریؒ کے افادات نہ صرف اپنی تفسیر
...لکہ فتح الملہم میں بھی من و عن درج کئے ہیں[2]، اسی طرح رفع نزول حضرت عیسیٰؑ مقد...

---

[1] ...نی: ص ۲۰۰، طبع اول لاہور ۱۹۴۳ء

[2] ...رح صحیح مسلم: ج ۱، ص ۳۲۵،

حضرت داؤد وغیرہ جیسی مشکلاتِ قرآنی میں بھی علامہ کشمیری ہی کے علوم و افکار سے خوشہ چینی کی ہے[1]،

علامہ کشمیریؒ نے مستقل طور پر کوئی تفسیر نہیں لکھی ہے، تاہم مشکلات القرآن کے نام سے تفسیر میں اُن کی ایک مستقل تصنیف ہے، وہ ایک خاص طریقہ پر قرآن حکیم کا مطالعہ کرتے تھے، بظاہر اُن کی زندگی کے سارے لمحات قرآن و حدیث کے تدبر و تفکر کرنے میں ہی گذرے ہیں، تاہم رمضان کا پورا مہینہ وہ اسی کے لئے مخصوص رکھا کرتے تھے، وہ ایک دن میں ایک پارہ ختم کرتے تھے، اس طرح تیس پاروں کا مطالعہ پورے ایک مہینہ میں مکمل کرتے تھے بعض اوقات مقدس مہینہ پورا ہونے کے قریب ہوتا تھا، اور قرآن کا مطالعہ ادھورا رہ جاتا تھا کیونکہ آخری ایام میں مطالعے کی رفتار تیز کرتے تھے[2]، مطالعہ ہی کے دوران جس آیت کو مشکل سمجھتے پہلے مفسرین کرام کی تحقیقات مدنظر رکھ کر اس پر غور کرتے تھے، اگر کسی مفسر کی تفسیر تسلی بخش نظر آتی تھی تو اس کا حوالہ دینے پر اکتفا کرتے تھے، اگر کسی بھی مفسر سے اطمینان نہیں ہوتا تھا تو خود غور و فکر کرکے کسی مفہوم پر پہنچنے کی کوشش کرتے تھے، اور اطمینان ہونے پر اس مفہوم کو قلمبند کرتے تھے اس طرح کافی مدت کی تحقیق اور تفکر کے بعد ان کی بیاض میں ۹۰ مشکلات کی تفسیر جمع ہوئی، اس مجموعے کی تسوید و تبییض میں مولانا احمد رضا بجنوری ہاتھ بٹاتے تھے، مولانا موصوف ہی نے حوالجات کے مطابق اصلی نقول و اقتباسات کی طرف مراجعت کی ہے، اور ان کو حواشی پر درج کیا ہے، مزید برآں مولانا محمد انور شاہ کشمیری کے دوسرے ممتاز شاگرد مولانا محمد یوسف بنوری محدث نے مجموعے کی ابتدا میں عربی زبان میں ایک مبسوط مقدمہ درج کیا ہے، جس میں قرآن اور قرآنی علوم سے متعلق علامہ کشمیریؒ کے افادات، ملفوظات اور تحقیقات پیش کئے ہیں، مثلاً

---

[1] تفسیر عثمانی ص ۵۰۹، [2] یتیمۃ البیان مقدمہ مشکلات القرآن ص ۵۵،

...وخ کی حقیقت، قرآنی مقاصد کا تعین، اعجاز القرآن وغیرہ۔ محدث بنوری نے اپنی طرف
...مضامین کا اضافہ کیا ہے جن میں تنقیدی نگارشات قابلِ مطالعہ ہیں، جو سر سید احمد خاں
...لانا ابو الکلام آزاد کی ترجمان القرآن اور علامہ عنایت اللہ مشرقی کے تذکرہ سے تعلق

...مولانا بنوری کو مستثنیٰ کر کے مشکلات القرآن ۲۰۷ صفحات پر مشتمل ہے، اس کو شائع
...م مرحوم خواجہ حسن نظامی نے کیا تھا، مگر کچھ خاص وجوہ کی بنا پر وہ اسے شائع
...اس لیے دوسری تصانیف کی طرح علامہ کشمیری کی یہ تصنیف بھی مجلس علمی ڈابھیل
...ہوئی، مشکلات القرآن کے طرز کی کتاب تد ماریں شیخ الاسلام حضرت عزالدین
...م نے لکھی ہے، اب وہ بھی شائع ہوئی ہے، مولانا عبد الماجد دریابادی نے اپنی
...ان دونوں کتابوں سے استفادہ کیا ہے،

...القرآن کے علاوہ مولانا محمد انور شاہ نے جو رسالے لکھے ہیں، ان میں بھی قرآنی
...و مطالب اور اسرار و رموز جگہ جگہ موجود ہیں، ان کے بعد ان کے امالی کا نام
...یہ گراں قدر جواہرات جگہ جگہ بکھرے ہوئے ہیں، فیض الباری، انوار المحمود
...میں یہ عمدہ مباحث کثیر تعداد میں موجود ہیں، اس طرح اگر مشکلات القرآن
...ئل و امالی سے تفسیری مباحث جمع کئے جائیں تو ویسی ہی ایک تفسیر تیار
...ں مولانا محمد اویس ندوی نگرامی مرحوم کی ترتیب دی ہوئی تفسیر

...ن سطور کے بعد ہم قرآنی علوم سے متعلق علامہ محمد انور شاہؒ کے چند افادات ا...
...یں گے اور آخر میں چند آیات کی ان کی تفسیر بھی درج کریں گے،

قرآن کے معانی کی وسعت اور تفسیر بالرائے کا مفہوم

علامہ محمد انور شاہؒ کے افادات پڑھ کر صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس بات کے قائل نہیں تھے، کہ قرآن مجید پر غور و فکر کا کام اب ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا ہے، اور متقدمین نے تفسیروں کا جو ذخیرہ چھوڑا ہے وہی کافی ہے، علامہ ممدوح فرماتے ہیں کہ قرآن کا ایک ایک لفظ عجائب اور حقائق کا ایک عالم اپنے اندر رکھتا ہے، اس لحاظ سے تفکر قرآن اور تدبر قرآن کا سلسلہ قیامت تک باقی رہے گا، ان کے ہاں تفسیر بالرائے کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ انسان قرآنی علوم میں غواصی کرنے سے باز رہے، جو ایسا سمجھتے ہیں وہ علامہ کشمیری کے نزدیک غلطی کے مرتکب ہیں،

ومن حجر علی العلماء أن	علماء کو قرآن کے معانی واضح
لا یبرزوا معانی الکتاب بعد	کرنے سے کس نے روکا ہے؟ ہاں
الامعان فی السیاق والسباق	شرط یہ ہے کہ وہ سیاق و سباق
والنظر الی حقائق الالفاظ	کو گہرائی سے دیکھیں، اور سلف صالحین
المراعیة لعقائد السلف[1]	کے عقائد کی رعایت رکھتے ہوئے
	الفاظ کے حقائق کو ملحوظ رکھیں،

ان کی رائے میں قرآن کا اعجاز بھی یہ ہے کہ اس نے علماء کو اس کے فوائد و لطائف پر غور کرنے اور مشکلات و دقائق کو حل کرنے کے لئے راہیں چھوڑ رکھی ہیں، علماء تھک کر چور ہو جائیں گے، مگر اس کے باوجود اس کی کنہ تک نہیں پہنچ پائیں گے، اسی لئے علامہ محمد انور شاہ دعویٰ کرتے ہیں کہ آج تک جس نے بھی قرآن کے اسرار اور حقائق پانے کی کوشش کی، اس کی کمر ٹوٹ گئی پھر بھی مقصد پورا نہیں ہو سکا،

---

[1] فیض الباری علی صحیح البخاری ج ۴ ص ۲۰۷،

امامعانیہ الغامضة ف — جہاں تک قرآن حکیم کے گہرے معانی

مزایاہُ الرائقة ومرامیہ — عمدہ ترین پہلوؤں اور وسیع وشاداب

ناعمة فقد انقصمت — میدانوں کا تعلق ہے، قرآن کے حصول

ظہور الفحول عن ادراکھا — سے بڑے بڑے فضلاء کی کمر ٹوٹ گئی ہے

وت الافکار عن التطوف — اور بلند و بالا خیالات ان کے گرد گھومتے

حولیھا[ا] — گھومتے چور ہو گئے ہیں،

س کا یہ مطلب نہیں ہے کہ قرآن پر غور و تدبُّر اور اس کے معانی و مطالب میں غوطہ زنی

لامہ کشمیری کے نزدیک یہ اللہ کا فضل و کرم ہے کہ جو شخص بھی قرآن سے کچھ حاصل کرنے

ہے وہ ضرور شفایاب ہوتا ہے، اور وہ اپنا مدعا و مقصد پالیتا ہے، چاہے وہ عالم

یک شخص اپنے ذوق اور ہمت کے مطابق قرآن حکیم سے مستفید ہوتا ہے، اور یہی

کا سب سے اہم اعجاز ہے، اور یہی ولقد یسرنا القرآن للذکر کا مفہوم بھی ہے

و شخص حقیقت سے بے خبر ہے وہی قرآن کی اس آیت ولقد یسرنا

ن للذکر پر اعتماد کر کے سمجھ بیٹھا ہے کہ قرآن کے حقائق و معارف

مول ہیں، مگر نادان نہیں جانتا کہ قرآن کے آسان ہونے کا یہ مقصد

کہ جو کچھ وہ سمجھا وہی حرف آخر ہے، بلکہ تیسیر کا مطلب یہ ہے کہ قرآن

ور اس کی حقیقت ہر اعلیٰ و ادنیٰ کے لئے مشترک ہے، البتہ استفادہ

ہوتا ہے، یہ قرآن کے اعجاز کا کمال ہے کہ جاہل اس کو سنتا ہے

علی صحیح البخاری ج ۴ ص ۲۰۰

اور اپنی گنجائش کے مطابق اس سے حظ حاصل کرتا ہے، صاحب علم اس کو پڑھتا ہے تو اپنے علم و فہم کے مطابق اپنا دامن بھر دیتا ہے، اس کے برعکس انسان کا کلام ہے، جس میں یہ خوبی نہیں ہوتی ہے، مثلاً اگر کسی انسان کا کلام حیوانات کی بولی سے متعلق ہوتا ہے، تو جہلا اس میں دلچسپی لیتے ہیں جب کہ علما، اس کی طرف کوئی توجہ نہیں کرتے، دوسری طرف کوئی بلیغ کلام ہوتا ہے تو علما، اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور جہلا کوئی التفات نہیں کرتے، اس کے برعکس قرآن حکیم بلاغت کے درجۂ کمال پر ہے، اور اسی لئے تمام خلائق بقدر ظرف اس سے مستفید ہوتے ہیں"

ھذا الکتاب بلغ فی مراتب — قرآن مجید بلاغت کے انتہائی مرتبے

البلاغة اقصاھا ولو نزل تحتھا — پر فائز ہے، اس کے علوم کی بارش

علومہ ما طرا علیٰ کافة — تمام لوگوں پر، چاہے وہ عقلمند ہوں

الناس عقلائھم وسفہائھم — یا نادان، یکساں طور پر ہمیشہ برستی

سواءً بسواء وھذا معنی التیسیر — رہے گی، تیسیر کے معنی بھی یہی ہیں

لا ما فھموہ[۱]

علامہ محمد انور شاہؒ کے نزدیک قرآن حکیم کسی خاص طبقے کے ساتھ مخصوص نہیں ہے، بلکہ ہر ایک شخص اس سے مستفید اور مستفیض ہوتا ہے، اسی مفہوم کو مولانا امین احسن اصلاحی ان الفاظ میں پیش کرتے ہیں :-

قرآن اللہ کی کتاب ہے اس میں تمام علم اولین و آخرین ہے، اسے رہتی دنیا تک باقی رہنا ہے، اور خلق کی رہنمائی کرنا ہے، اس کے عجائب کبھی ختم ہونے والے نہیں

---

[۱] فیض الباری علیٰ صحیح البخاری : ج ۱ ص ۲۲۹

ہیں، یہ جس طرح آج سے کم و بیش چودہ سو سال پہلے دنیا کی رہنمائی کے لئے تمام صفات اور صلاحیتوں سے بھرپور تھی، اسی طرح آج بھی ہے، اور اسی طرح قیامت تک رہے گی، قوموں کے بعد قومیں اٹھیں گی، اور ان میں سے جو اس کی طرف رجوع کریں گی، وہ سب اپنے اپنے ظرف کے بقدر اس میں سے حصہ پالیں گی، لیکن سب کے حصہ پانے کے بعد بھی اس کے ذخیرۂ علم و حکمت میں کوئی کمی نہیں ہوگی، سمندر سے ایک سوئی کی نوک پانی کی جتنی مقدار اٹھا سکتی ہے، قیامت تک سب مل کر بھی اس سے زیادہ .... س کے ذخیرۂ علم کو کم نہیں کر سکتے، یہ سارا خزانۂ علم اس کتاب کے اتارنے والے نے اس کے الفاظ اور اس کے نظام کے اندر ودیعت کر دیا ہے۔[۱]"

لامہ محمد انور شاہ کے نزدیک افادہ اور افاضہ کا دروازہ بالکل کھلا ہے، مگر اس کے کے غوامض کا احاطہ کرنا ناممکن ہے یہی وجہ ہے کہ تدبر کی کوشش قیامت تک جاری

کوشش کو قیامت تک وسعت دینے کے باوجود ان کے نزدیک یہاں ایک اہم قید و بند و فرماتے ہیں کہ قرآنی علوم میں غواصی کرنے والے کے لئے ضروری ہے کہ وہ اسلام کی روح کے اصول و قواعد اور شریعتِ اسلامیہ کے احکام و عقائد کو مدنظر رکھے، اور کسی تجاوز نہ کرے، گویا وہ حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے اس ارشاد ے ہیں :

ر قرآن و حدیث را اول علم صرف و نحو — قرآن اور حدیث کی تفسیر و تشریح

ں : ج ۱ ص : ل

و اشتقاق و لغت و معانی و بیان و علم فقہ و اصولِ فقہ و عقائد یعنی علم کلام و علم حدیث و آثار و تواریخ ضرور است بدونِ معرفت ایں علوم در آمدن در معانی قرآن و حدیث ہرگز جائز نہ[۱]

کے لئے سب سے پہلے علومِ آلیہ جیسے صرف و نحو زبان و ادب اور معانی و بیان اور علوم دینیہ و نقلیہ جیسے فقہ و اصولِ فقہ، عقائد و کلام اور تاریخ و حدیث کا جاننا بہت ضروری ہے، ان علوم کی معرفت کے بغیر قرآن کے معانی و مطالب میں دخل دینا جائز نہیں ہے۔

دوسرے الفاظ میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ یہ قطعاً قرآن پر ظلم اور زیادتی ہے، کہ پہلے ذہن میں کوئی مقصد اور خاص مدعا رکھا جائے، اور پھر قرآنی آیات کی کھینچ تان کر کے بزعم خود اس کی تائید کی جائے، اسی کو تلاعب بالقرآن اور تفسیر بالرائے کہا جاتا ہے، جس سے حضور اکرم ؐ نے سختی سے منع فرمایا ہے اور ایسا کرنے والے کا ٹھکانا جہنم قرار دیا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے:

من فسّر القرآن برائیہ فلیتبوّأ مقعدہٗ فی النّار[۲]

جس نے اپنی رائے سے قرآن کی تفسیر کی، اسے چاہیے کہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنائے۔

ان حدود کی پاسداری، ان کا احترام و اعتقاد اور کتاب اللہ کی عظمت و جلالت کا تصور خود اصحاب رسول میں پوری طرح موجود تھا، جس کے لئے علامہ جلال الدین سیوطی کی الاتقان فی علوم القرآن دیکھی جا سکتی ہے، علامہ محمد انور شاہ ان حدود و شرائط کو زیر نظر رکھنے پر جگہ جگہ زور دیتے ہیں، خاص طور پر ان کے یہاں احادیث کی طرف رجوع کرنا ناگزیر ہے،

[۱] فتاویٰ عزیزی ج ۱ ص ۱۶۵ مطبوعہ دہلی ۱۳۱۱ھ ، [۲] صحیحین

ن کی عظمت وجلالت نہایت بلند ہے، زیادہ بلیغ کلام میں احتمالات بھی زیادہ ہوتے
ئے مقصد اصلی کے حصول کے لئے حدیث کی راہنمائی بہت ضروری ہے، وہ خود بھی
حث میں ان قیود کو بدرجۂ اتم مدنظر رکھتے ہیں، مشکلات القرآن میں بعض آیات کی
ب صفحات میں پھیلی ہوئی ہے، اور بعض قرآنی مشکلات کو سمجھانے کے لئے انھوں نے مختلف
تفادہ کیا ہے مگر یہ سب کچھ اس طرح تکمیل تک پہنچایا ہے، کہ کسی طرح کی لفظی یا معنوی تحریف
ن بھی نہیں ملتا ہے، جیسا کہ ان کے چند معاصرین جیسے سرسید احمد خاں، محمد علی لاہوری
للہ مشرقی کی تفسیری کتابوں میں ہم دیکھتے ہیں، سورۂ کہف کی آخری آیات میں
سکندر ذی القرنین اور یاجوج وماجوج کا ذکر ہے، علامہ انور شاہؒ نے ان پر بحث کرکے
ظم قرآن کے علاوہ تاریخ اور جغرافیہ کی بہت سی کتابوں سے استفادہ کیا ہے، بلکہ
پیش کرنے سے بھی گریز نہیں کیا ہے، مگر اپنا مدعا اس طرح واضح کیا ہے کہ نہ کسی عقیدے
سے جو تواتر سے ثابت ہے، اور نہ کسی ایسے مسئلے کی تکذیب یا غلط تاویل ہوتی ہے
معنی پر امت کا اجماع ہو چکا ہے، چنانچہ اس تفسیر میں عقلی ونقلی دلائل پیش کرنے کے
:-

لقرآن ما ذكرته ليس	جاننا چاہئے کہ میں نے جو کچھ بیان
لا في القرآن بل زيادة	کیا وہ قرآن کی تاویل نہیں ہے،
ن التاريخ والتجربة	بلکہ یہ الفاظ کو اپنی جگہ سے ہٹائے
ن اخراج لفظه من	بغیر تاریخ اور تجزیہ میں کچھ اضافہ
وعه۔[۵۲]	کرنا ہے۔

ی ۃ اص ۲۳۹ [۵۲] عقیدة الاسلام فی حیاة عیسیٰ علیه السلام وتعلی

ان کے یہاں تاویل اور تفسیر بالرائے کا اس وجہ سے بھی سوال پیدا نہیں ہوتا تھا کہ وہ تمام علمائے عاملین کی طرح کتاب اللہ سے مرعوبیت کی حد تک متاثر تھے، اور انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء کے مظہر تھے، مولانا سید مناظر احسن گیلانی لکھتے ہیں :

"مولانا انور شاہ صاحب کشمیری کتابوں میں اگر کسی کتاب سے مرعوب اور حد سے زیادہ مرعوب تھے، تو وہ اللہ کی کتاب قرآن تھا"[۵۳]

وہ قادیانیوں سے اس وجہ سے بھی متنفر تھے کہ انھوں نے قرآن مجید کی لفظی ومعنوی تحریف میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا، قادیانیوں کا دعویٰ ہے کہ نزول عیسیٰ سے مراد ظہور شخص نہیں ہے، بلکہ روحانی علوم کا ظہور ہے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ انھوں نے یہ خیال سرسید سے چرایا ہے، اس کے بعد تابع اور متبوع دونوں کو تحریف قرآن کا مرتکب قرار دیا ہے فرماتے ہیں :-

فكل ما قاله التابع والمتبوع	پس یہ ساری باتیں جو تابع اور
فقد سَرَق قاله من تفسير	متبوع (مرزائے قادیان اور اس کے
القرآن للسر احمد خان و	پیروکار) دونوں نے کہی ہیں اصل
كان يريد التوفيق والصلح	میں انھوں نے اسے سرسید احمد خاں
بين النصرانية والاسلام و	سے چرایا ہے، سرسید نصرانیت اور
انكر المعجزات رأساً وانكر	اسلام کے درمیان موافقت اور
كثيراً من المتواترات كوجود	مصالحت چاہتے تھے، اس مقصد کے لئے
الملائكة ونعيم الجنات و	انھوں نے معجزات کا سرے سے

[۵۳] حیات انور ص ۹۲۔

انکر الحدیث و الحد فی الآیات وحرف القرآن بما شاء[۱]

انکار کیا اور بہت سے متواترات شرعیہ جیسے وجود ملائکہ، جنت، ذخیرۂ حدیث وغیرہ کا بھی انکار کیا، یہاں تک کہ قرآنی آیات میں بھی کچھ ردی کی اور جس طرح چاہا قرآن کی تحریف و تنسیخ کی،

رتید مرحوم کے بارے میں یہ خیالات تحقیق پر مبنی ہیں، انھیں معاصرانہ چشمک یا قدیم و جدید تصورات کی کشمکش قرار دینا صحیح نہیں، خود مولانا حالی نے بھی سرسید کی نصرانیت اور اسلام موافقت اور مصالحت کا دروازہ کھولنے کی گہری خواہش کا اعتراف کیا ہے[۲] اسی انورشاہؒ نے تفسیر سرسید کے بارے میں جس خیال کا اظہار کیا ہے اس میں بھی وہ منفرد مولانا عبدالحئی حسنی رائے بریلوی جیسے متقی اور معتدل مزاج عالم بھی یہ لکھنے پر ے :-

تفسیر القرآن باللغۃ الاردو سورۃ النحل للسید احمد بن محمد متقی الدهلوی س له قصد فیه الا تحریف آیات و تسویتها علی مذهبه

اردو زبان میں سرسید احمد خاں دہلوی کے قلم سے سورۂ نحل تک کی تفسیر بھی ہے اس میں قرآنی آیات کی تحریف اور قرآن کو اپنے خاص سانچے میں ڈھالنے کے سوا سرسید خاں کا اور کوئی مقصد ہی

الاسلام ص ۱۸۰ / ۱۸۱ مطبوعہ دیوبند

لئے حیات جاوید میں سرسید کے مذہبی مباحث و مضامین پر تبصرہ ملاحظہ تا ہے،

بحیث لوکان شاردۃ من بعید اقتنصها او وجد موضعا له فیه ادنی مجال سارع الیه کما فعل الزمخشری فی الکشاف والفرق بینهما ان الزمخشری کان علامۃ فی العلوم العربیۃ والسید احمد کان جاهلاً فیها یتکلم فی التفسیر بغیر رعایۃ الاصول الشرعیۃ والقواعد العربیۃ ولذلک رد علیه بعض العلماء فی کتبهم[۳]

نہیں ہے، اس مقصد کے لئے انھیں اگر دور از کار تاویل کرنی پڑتی ہے تو اس سے بھی دریغ نہیں کرتے، اور اگر کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ موقع ملتا ہے تو وہ فوراً جھپٹ پڑتے ہیں، اس میں ان کی مثال زمخشری صاحب کشاف سے ملتی ہے، جس نے کشاف میں یہی طریقہ اختیار کیا ہے فرق صرف یہ ہے کہ زمخشری عربی علوم کے جلیل القدر عالم تھے، جب کہ سید احمد خاں ان علوم سے ناواقف ہیں، وہ اصول شریعت اور عربی قواعد کا خیال رکھے بغیر تفسیر کرنے بیٹھتے ہیں یہی وجہ ہے کہ بعض علماء نے اپنی کتابوں میں ان کی تردید کی ہے،

قرآن کا ادبی اعجاز | علامہ انور شاہ کشمیریؒ بھی قرآن حکیم کی ادبیت سے بے حد متاثر تھے، اور ان کے نزدیک قرآن کا ادبی کمال ہی اس حقیقت کا کافی ثبوت ہے، کہ یہ کسی انسان کا کلام نہیں ہے، ان کے نزدیک قرآن فہمی کے لئے نہ صرف وسیع المطالعہ ہونا ضروری ہے، بلکہ

---

[۳] الثقافۃ الاسلامیہ فی الہند: ص ۱۶۸

سلوب اور اس کی نزاکتوں پر بھی گہری نظر ہونی چاہیے، وہ فرماتے ہیں کہ
یہ بڑا فرض ہے کہ وہ قرآن کے ادبی کمالات کو اس طرح پیش کریں کہ اس کی
ئے، علامہ انور شاہؒ بلاغتِ قرآن سمجھنے میں اپنا علیحدہ مقام و مرتبہ رکھتے
تھ کہتے تھے کہ اگر مثل مشہور ہے کہ قرآن کا اعجاز دو لنگڑوں کے سوا اور
میں اُن کا تیسرا ہوں،

اعجاز القرآن الا الاعرجان وانا ثالثهما،[۱]

کی تشریح و تفصیل کے وقت ایک ماہرِ فن کی طرح مترادف اور متقارب
لحوظ رکھتے ہیں، جیسے فقہ، فہم، علم، معرفت، تصدیق وغیرہ یا وفات،
نھوں نے اس قسم کے سارے الفاظ کی لغوی اور ادبی نزاکتوں کا پورا پورا
ضح کیا ہے کہ قرآن میں یہ الفاظ اپنے اپنے مقام پر کیسی اہمیت اور معنویت
نے اُن مترجمین کو متنبہ کیا ہے جو قرآن میں وفات کا ترجمہ ہر جگہ موت
رماتے ہیں کہ جو لوگ وفات اور موت کے لغوی فرق سے صرف نظر کر کے
کے قائل ہیں، وہ بھی اس آیت میں یہ یکسانیت برقرار نہیں رکھ سکتے ہیں
س حین موتھا" اسی طرح ان کے ہاں قرآن میں خلا من کا
سے کرنا درست نہیں ہے، وہ فرماتے ہیں کہ قرآن حکیم کے اسلوب کا ایک
وہ لفظ کے ساتھ اس کی حقیقت کی طرف اشارہ کرتا ہے،

ان لا ینذھل — آدمی کو اس حقیقت سے غافل نہیں

قرآن لا یودی — رہنا چاہیے کہ قرآن فقط مراد اور

---

[۱] مقالہ مشکلات القرآن: مولانا بنوری ص ۲۵

المراد فقط بل ینبّہ علی الحقائق — معنی ہی ادا نہیں کرتا ہے بلکہ حقائق کی

ویرمز الیھا،[۱] — طرف متوجہ کر کے ان کی طرف اشارہ بھی کرتا ہے،

یہی وجہ ہے کہ وہ مترجمین قرآن کی توجہ اس طرف دلاتے ہیں کہ وہ الفاظ قرآن کے معانی
اسالیب اور نظم و ربط کا پورا لحاظ رکھا کریں، ورنہ معمولی تساہل و تغافل سے وہ حقائق
ہی مسخ اور محرّف ہو جاتے ہیں، جن کی طرف ان الفاظ میں اشارہ ہوتا ہے اور بعض اوقات
ایسے ہی مواقع پر کسی ملحد کو الحاد پھیلانے کا موقع ہاتھ آتا ہے، جیسا کہ ایک بدبخت نے
مسیح موعود کا خواب دیکھ کر توفی اور خلو کے معنی میں کیا ہے[۲] ان کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ قرآن
حکیم میں ایک لفظ بھی زائد نہیں ہے، اور اگر اس کا کوئی حرف اپنی جگہ سے ہٹا دیا جائے
تو مقصود ہی بگڑ جائے گا، قرآن کا کسی جگہ ایجاز، دوسری جگہ اطناب ایک مقام پر
واقعات و قصص کے اجزاء کا مقدم اور کسی جگہ مؤخر کرنا اپنے اندر زبردست اسرار
و حکم اور لطائف و بصائر رکھتے ہیں، اور ان کے ادراک کے لیے لطافتِ فکر اور
امعانِ نظر کی ضرورت ہوتی ہے، اسی طرح ان واقعات کی تکرار بھی مصالح ہی پر
مبنی ہوتی ہے، قرآن کوئی تاریخ یا جغرافیہ کی کتاب نہیں ہے کہ ویسا ہی انداز
و اسلوب اختیار کرے، بلکہ یہ ایک کتاب ہدایت ہے، یہ کسی واقعہ کا ذکر ایک
جگہ اجمال کے ساتھ کرتا ہے اور دوسری جگہ تفصیل سے۔ گویا سابقہ اجمال واقعہ
کا متن ہوتا ہے اور دوسری جگہ اس اجمال کی تفصیل و توضیح ہوتی ہے پھر وہ امور
جن میں بادی النظر میں اپنی عدم مناسبت سے ربط نظر نہیں آتا، اس طرح مربوط و منسلک
ہوتے ہیں، جنھیں اللہ علام الغیوب کے سوا کوئی دوسرا جان نہیں سکتا ہے، اس کی

---

[۱] فیض الباری ج ۳ ص ۵۲ ایضاً

س طرح ہے کہ احکامِ فقہیہ کے مناسبات گو ہم نہیں سمجھتے ہیں، مگر مجتہد فقیہ کی
میں ان میں پورا سلسلہ اور ربط ہوتا ہے، ہمارے نزدیک یہ احکام منتشر اجزا ہوتے
بلکہ مجتہد کے نزدیک ایک اصل اور کل کے ماتحت منضبط ہوتے ہیں، تو جب ہم یہ فن
ے عاجز اور قاصر ہیں تو قرآن جیسی الہامی کتاب کا ربط و نظم ہم آسانی کے ساتھ کہاں سمجھ
[۱]، وہ قسموں کے بارے میں یہ رائے رکھتے ہیں کہ ان سے مخلوقات بالخصوص ان
درت کے عجائبات کی طرف مبذول کرنا مقصود ہے، وہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ
لٰلہ کے نزدیک ناپسند ہوتی ہیں، وہ انھیں ذکر بھی نہیں فرماتا، اور جہاں ان کا ذکر کرنا
ہے، وہاں معجزانہ اسلوب بلاغت کے ساتھ ان کا ذکر ہوتا ہے، مثلاً وعلی الذین
ے کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہاں مطابق لَم یَصُوْمُوْا ہے[۲]، مگر چونکہ یہ اللہ کو ناپسند
اس لئے اس ناپسند بات کو ذکر تک نہیں فرمایا، وہ اسے قرآن کی اعلیٰ اور عظیم ترین
قرار دیتے ہیں،

جد صنیع القرآن انه اذا
ہ شیئاً ترک ذکرہ و
ب لکونہ فی الذروۃ

میں قرآن کا ایک انداز یہ بھی پاتا
ہوں کہ جب کسی چیز کو وہ ناپسند کرتا
ہے تو اس کا ذکر بھی چھوڑتا ہے کیونکہ

یت کے لئے ملاحظہ ہو: نفحۃ العنبر من ھدی الشیخ الانور
نا سید محمد یوسف بنوری محدث مضمون زیر عنوان الشیخ ودابہ فی حل
ت القرآن والتقاط فوائد من کلامہ فیما یتعلق بالقرآن وشدۃ
بالقرآن ص ۴۴ تا ص ۵۰،
الباری علی صحیح البخاری ج ۳ ص ۷،

العلیا من الفصاحۃ فلا
یترک مساغاً للطبائع
المتکاسلۃ[۱]

قرآن فصاحت کے انتہائی بلند مقام
پر فائز ہے، وہ سست اور کاہل
طبیعتوں کے لئے کوئی راستہ نہیں
چھوڑتا ہے،

رآن کے مقاصد

شاہ صاحبؒ علم و تحقیق کے مرد میدان تھے، اس میں کسی توہم اور روایت
پسندی کو نزدیک نہیں آنے دیتے تھے، وہ سائنسی معلومات سے بھی پوری دلچسپی لیتے تھے، مگر ان سے
تنے مرعوب نہیں تھے، کہ اسلامی عقائد اور فوق العقل حقائق کی کتر بیونت کر کے انہیں
ن نئی تحقیقات کے تابع بنائیں، وہ سائنسی معلومات ہی کو قرآن کے تابع بناتے ہیں، ان کی
تحقیق جس علوم جدیدہ کے ساتھ ہی مخصوص نہیں ہے بلکہ اس کی حد میں متقدمین علمائے اسلام
ان کی تصانیف کو بھی لاتے ہیں، انہیں جب کوئی موجودہ انکشاف قرآن و حدیث کے
کسی مسلمہ جز کے خلاف نظر آتا ہے تو وہ اس انکشاف کو ادھورا اور ناتمام قرار دے کر
حقیقت قرآن و حدیث کو اٹل اور غیر متبدل ہونے پر زور دیتے ہیں، اسی طرح اگر انہیں
متقدمین کے تفسیری ذخائر میں کوئی بات غیر معقول نظر آتی ہے تو وہ اسے بھی مسترد کرنے
میں جھجک محسوس نہیں کرتے، ہمارے قدیم مفسرین قرآن رحمہم اللہ کی تفسیروں میں
فضول حکایات اور اسرائیلی قصص کا انبار پایا جاتا ہے، علامہ کشمیریؒ اسے بھی مسترد
کرتے ہیں، آیۃ شریفہ:-

"وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّا اِذَا تَمَنّٰى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْ اُمْنِيَّتِه"

کے تحت فرماتے ہیں:

---

[۱] فیض الباری علی صحیح البخاری ج ۳ ص ۷،

وما ذکرہ المفسرون من القصص ههنا فکلها باطل[۱]	مفسرین نے یہاں جن قصوں کا ذکر کیا ہے وہ سب بے اصل ہیں،

وہ قدیم وجدید دونوں دور کے معلومات سے قابلِ قدر چیزیں اختیار کرنے میں کوئی
[...] نظری نہیں برتتے ہیں، اور جن چیزوں کو رد کرنے کے قابل سمجھتے ہیں انھیں رد بھی
[...]تے ہیں، اسی طرح جہاں انھیں تطبیق اور توفیق کی گنجائش نظر آتی ہے، وہاں بغیر کسی
[...]د کے یہ اہم تجدیدی خدمت بھی انجام دیتے ہیں، گویا ان کی نظر الحکمۃ ضالۃ المؤمن
[...]ث وجدھا فھو احق بھا پر پوری طرح جمی رہتی ہے آسمانوں کے وجود اور عدم وجو[د]
[...]بارے میں فرماتے ہیں،

انکر وجودہ المتنورون	روشن خیال حضرات نے آسمان
وقالوا لیس فوقنا الا	کے وجود سے سرے سے ہی انکار
جوھرٌ لطیفاً غیر متناہٍ	کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ ہمارے
والنجوم تجری فیھا سابحۃ	اوپر لطیف غیر متناہی جوہر کے سوا کچھ اور
بنفسھا،[۲]	نہیں ہے، اس جوہر میں تارے خود
	بخود گردش کرتے ہوئے تیرتے ہیں

آگے مذہب اور سائنس میں اس طرح تطبیق دیتے ہیں،

قلت ولا دلیل علیہ عندھم	میں کہتا ہوں کہ یہ آسمان کے عدم
لِمَ لا یجوز ان یکون ھذا الجو	وجود پر کوئی دلیل نہیں ہے، ایسا
علی طبقات علی طبقۃ منھا	کیوں نہ کہا جا سکتا ہے، کہ یہی فضا

[۱] فیض الباری جلد ۱ ص ۲۲ [۲] ایضاً ص ۳۔

تسمّٰی سماء، حتی تکون سبع	مختلف طبقات پر مشتمل ہے، اور پھر ہر
سمٰوات کما اخبر بہ النص[۱]	طبقے کا نام آسمان رکھا جائے، اس
	طرح یہ سات آسمان ہو جائیں جیسا کہ
	قرآن نے خبر دی ہے،

اسی طرح وَخَلَقْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ کے معنی بیان کرتے ہوئے قائلینِ ارتقاء کی اس تحقیق کو کہ سب سے پہلے پانی وجود میں آیا ہے، مذہب کے عین موافق قرار دیتے ہیں، اور افسوس کرتے ہیں کہ سینکڑوں سال بھٹکنے کے بعد اسی نتیجہ پر پہنچے جس کی خبر قرآن چودہ سو سال قبل دے چکا ہے،

(باقی)

[۱] فیض الباری ج ۲ ص ۳-۴۔

دار المصنفین کی بعض عربی تصنیفات

بدء الاسلام: مولانا شبلی کے زمانۂ قیام علی گڑھ کا سیرت پر عربی میں ایک مختصر رسالہ،

الرسالۃ المحمدیہ: مولانا سید سلیمان ندوی کے سیرت نبوی پر خطبات مدراس کا عربی ترجمہ

تفسیر ابو مسلم الاصفہانی: تفسیر امام رازی میں ابو مسلم اصفہانی کے جو تفسیری اقوال درج ہیں، ان کو مولانا سعید انصاری مرحوم سابق رفیق دار المصنفین نے اس کتاب میں اکٹھا کر دیا ہے،

الانتقاد علی التمدن الاسلامی: جرجی زیدان کے سلسلہ تاریخ تمدن اسلامی پر مولانا شبلی کی معرکۃ الآرا تنقید

ان عربی کتابوں کے لئے دفتر سے خط و کتابت کریں،

"منیجر"

اسلام اور مستشرقین پر مضامین
سے متعلق
کچھ خطوط

س ۱۰ رجمادی الاولیٰ ۱۴۰۳ھ

محترمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

ری ۱۹۸۳ء کے معارف میں ص ۹۹ پر پکتھال مرحوم کو سیل، بل اور راڈویل
ستشرقین اور اعدائے اسلام کی فہرست میں شامل کیا گیا ہے، محمد پکتھال
لیکن مسلمان اور نہایت مخلص مسلمان تھے، غالباً حج یا کم از کم عمرہ بھی کیا تھا،
ر برطانوی ہند کی حکومت نے ملک بدر کیا (کہ وہ قومی تحریک کا ساتھ دیتے اور
ں کے ایڈیٹر کی حیثیت سے انگریزی حکومت کی مخالفت کرتے تھے) تو انہیں
لیا گیا اور اولاً ایک مدرسۂ فوقانیہ (ہائی اسکول) کے صدر (پرنسپل) بنائے گئے،
جہ سے مدرسہ کے سارے ہی مسلمان اساتذہ اور طلبہ نمازی بن گئے تھے، پھر ان
کلچر کا سہ ماہی رسالہ نکالنا شروع کیا، جس کی اسلامی خدمات سے کون واقف نہیں
آسان چیز نہیں، پکتھال نے غلطیاں کی ہوں گی، مگر آپ کے فاضل مضمون نگار
ترجمہ کریں اور مستند اردو تراجم سامنے نہ رکھیں تو شاید پکتھال مرحوم سے

بس گئی زیادہ غلطیاں کریں، پکتھال مستشرق نہیں مسلمان تھے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

الفقیر الی اللہ
محمد حمید اللہ

(۲)

لاہور ۔ ۷ مارچ ۱۹۸۳ء

مخدوم ومحترم! السلام علیکم

معارف کی تازہ اشاعت سے معلوم ہوا کہ آپ منٹگمری واٹ کی غلط بیانیوں کا جواب لکھنے میں مصروف ہیں، خداوند تعالیٰ آپ کو کامیاب فرمائے، اس بارہ میں میری گذارش ہے کہ یہ تردید انگریزی میں لکھی جائے تو نہایت مناسب ہوگا، منٹگمری صاحب دوسرے درجہ کے مستشرق ہیں، ان کی معلومات کا انحصار تمام تر عربی کتب کے انگریزی و فرانسیسی تراجم پر ہے، وہ ایک زمانہ میں فلسطین میں پادری کے طور پر کام کرتے رہے ہیں، ان کے ایک شاگرد نے جو دو سال قبل ان کی نگرانی میں پی۔ ایچ۔ ڈی کر کے آئے ہیں، مجھ کو بتلایا ہے کہ وہ بمشکل تمام عربی کی عبارت کو صحت اعراب کے ساتھ پڑھ سکتے ہیں۔

ویلفرڈ کینٹویل اسمتھ (میک گل یونیورسٹی کینیڈا) کا بھی یہی حال ہے، وہ بھی پیشے کے لحاظ سے عیسائی مبلغ ہیں، تقسیم ہند سے قبل لاہور کے فارمن کرسچین کالج میں بطور استاد کام کرتے رہے تھے، اس لیے لاہور کے علمی حلقے ان کے خیالات و رجحانات سے اچھی طرح واقف ہیں، ہمارے یہاں یہ عام خیال پایا جاتا ہے کہ وہ مسلم طلبہ کی احتیاج اور ناداری سے ناجائز فائدہ اٹھا کر ان کو عیسائیت کی طرف

لیتے ہیں یا اسلام سے دور کر دیتے ہیں۔

نگریز اور امریکی فضلاء کے مقابلہ میں جرمن مستشرقین کا کام نسبتہً قابلِ تحسین ہے،
ے دن اسلامی علوم و فنون کے ذخیرہ میں اضافہ کرتے رہتے ہیں، ان کا تازہ
صلاح الدین خلیل الصفدی (م ۷۶۴ھ) کی الوافی بالوفیات
ت واشاعت ہے، الصفدی.... کے شاگرد تھے اور ان کی یہ تصنیف عربی
ں سوانح اور تراجم کی سب سے بڑی کتاب ہے، جس میں ہزاروں فرماں روائوں
اور عالموں کے حالات ہیں، اس کتاب کی تیس ۳۰ جلدیں ہیں، جن میں سترہ جلدیں
ٹر، اس کے تلامذہ اور رفقاء کی علمی کاوشوں سے نہایت خوبصورت ٹائپ
کاغذ پر چھپ کر شایع ہو چکی ہیں، کتاب کے مقدمہ میں اصول تاریخ پر بھی
ہے، الصفدی نے تبرک کے طور پر پہلی پانچ جلدوں میں ان مشاہیر کے حالات
ن کے نام لفظ محمد سے شروع ہوتے ہیں، چھٹی جلد میں حروف تہجی
ے مشاہیر کا سلسلہ شروع ہوتا ہے، جو سترہویں جلد میں لفظ عبد اللہ تک
ا۔

ضمن میں ایک جرمن نژاد مستشرقہ مسز این میری شمیل کا ذکر بھی ضروری ہے،
مولانا رومؒ اور علامہ اقبالؒ کے افکار اور اشعار اور پھر خواجہ میر دردؒ کے
ری سے والہانہ شغف ہے، انھوں نے اقبالؒ کے سوانح اور شاعری پر
یں ایک کتاب Gabriel's Wing کے نام سے لکھی ہے،
ہ کا جرمن زبان میں ترجمہ کیا ہے اور ہندوستان کے مسلمانوں کی تاریخ
۱۹۸۰ء تک ایک کتاب — Islam in The Indian

SUB CONTINENT کے نام سے تحریر کی ہے

معارف مئی ۱۹۸۲ء میں ص ۳۳۸ پر دار المصنفین کے سیمینار میں شریک ہونے والے
ایک گرامی قدر فاضل کا یہ ارشاد کہ استشراق یا مستشرقین کی وجہ سے اسلام کے علوم و فنون
میں مزید تحقیق و تدقیق کا دروازہ بند ہو گیا ہے' ہماری سمجھ سے باہر ہے، گذارش ہے کہ
کا قافلہ ہمیشہ رواں دواں رہتا ہے، وہ کسی مستشرق کے روکنے سے رک نہیں سکتا،
ے دن نئی نئی کتابیں شایع ہوتی رہتی ہیں اور ہماری معلومات میں اضافہ ہوتا رہتا ہے
چند برس ہوئے کہ روما یونیورسٹی کے ایک بورڈ نے مشہور اطالوی مستشرق پروفیسر
جبریلی کی نگرانی میں الادریسی (م ۵۶۰ھ) کے مشہور عالم جغرافیہ نزهة المشتاق فی
اختراق الآفاق کا کامل ایڈیشن بڑی آب و تاب سے شایع کیا ہے، اس سے پہلے
س جغرافیہ کے بعض اجزاء اطالیہ، فرانس اور ہسپانیہ سے شایع ہوئے تھے، اسی طرح
بعض قدیم یادداشتیں اور دستاویزیں چھپ کر منظر عام پر آتی رہتی ہیں، جن سے بعض
غلط العام مشہور واقعات اور نظریات کی تصحیح ہوتی رہتی ہے؛ میں اپنے مدعا کی وضاحت
میں چند مثالیں پیش کرتا ہوں:

(۱) ہمارے صدر شعبہ ڈاکٹر سید عبد اللہ صاحب کی تحقیق ہے کہ سر سید کی تکفیر
کرنے والے سرکاری مولوی تھے، جو کہ بریلی، بدایون اور مراد آباد میں صدر الصدور
تھے، جب کہ علمائے دیوبند سے اُن کے مخلصانہ روابط تھے۔ (۲) مولانا عبد العزیز
میمن مرحوم بعض قرائن و شواہد کی بنا پر بتاتے تھے کہ پچھلی صدی میں شاہ اسماعیل شہیدؒ اور
اکابر دیوبند کے خلاف، جو سب و شتم کی مہم شروع ہوئی تھی' اس کے پیچھے انگریزوں کا
ہاتھ تھا، اس کی وجہ یہ تھی کہ انگریز جہاد سے لرزہ براندام رہتے تھے، جب کہ یہ اکابر

صرف جہاد کے داعی تھے، بلکہ جہاد میں عملاً حصہ لے چکے تھے، اس لیے ان کو بدنام
رنے کے لیے مختلف حیلوں اور حربوں سے کام لیا گیا۔ (۳) ہمارے ہاں مفتی محمد عبدہٗ
انگریزی استعمار کا دشمن سمجھا جاتا ہے، لیکن اب مصر کے بعض برطانوی ہائی کمشنروں
یادداشتوں سے پتہ چلتا ہے کہ ان کے انگریز حاکموں سے دوستانہ تعلقات تھے۔
پہلی جنگ عظیم ۱۹۱۴ء تا ۱۹۱۸ء کے زمانہ میں مصر کے مشہور مصلح عالم اور
ار کے فاضل مدیر سید رشید رضا کا انگریزوں سے نامہ و پیام اب کوئی سربستہ راز نہیں
(۵) گذشتہ ساٹھ ستر برس سے عرب سیاست داں اور عرب دانشور عثمانی ترکوں کی
حکومت کو تاریخ اسلام کا تاریک دور بتلاتے رہے ہیں، ان کے غیظ و غضب کا
خاص طور پر سلطان عبد الحمید ثانی (عہد حکومت ۱۸۷۶ء تا ۱۹۰۹ء) رہے،
کو وہ ظالم، جابر اور عربوں کا بدترین دشمن قرار دیتے رہے ہیں، اب چند برسوں میں
ائیل سے پے در پے شکست کھا کر ان کو دنیائے اسلام کا محافظ اور پاسبان کے
سے یاد کرنے لگے ہیں، کیونکہ انھوں نے ارض فلسطین میں یہودیوں کو آباد کرنے سے
سے انکار کر دیا تھا۔ اس برصغیر میں بہت کم اہل علم کو معلوم ہوگا کہ صحیح بخاری کی تحقیقی
ت بھی سلطان عبد الحمید مرحوم کے علمی شغف کی مرہون منت ہے، (ایک شاہی فرمان
ذریعہ انھوں نے شیخ الازہر علامہ حسونۃ النواوی کو حکم دیا تھا کہ صحیح بخاری کے مختلف
نسخوں کو پیش نظر رکھ کر ایک صحیح نسخہ پیش کیا جائے، چنانچہ شیخ الازہر نے اپنے بعض
ناء کی معاونت سے یونینی کے نسخہ کو جس کی سماعت اور تصحیح امام عربیت اور الفیہ کے
ور مصنف ابن مالک الطائی نے کی تھی، کئی برسوں کی محنت کے بعد ۱۳۲۲ھ میں
ب میں قاہرہ سے شایع کیا، یہ ایڈیشن تقریباً با اعراب ہے، اور حاشیہ میں اختلاف نسخ

بھی مذکور ہے، تیس پینتیس برس ہوئے کہ اسی ایڈیشن کو نہایت خوبصورت ٹائپ میں
نو جلدوں میں مصر کے مشہور محقق عالم قاضی احمد محمد شاکر مرحوم نے شایع کرایا تھا،

فقط والسلام

شیخ نذیر حسین

مدیر انسائیکلوپیڈیا آف اسلام پنجاب یونیورسٹی لاہور

(۳)

فرانس، ۷ فروری ۱۹۸۳ء

مکرمی و محترمی! السلام علیکم

دار المصنفین میں اسلام اور مستشرقین پر سیمینار میں پیش کردہ مقالات کی جو روداد آپ کے
قلم سے معارف کی کئی اشاعتوں میں شایع ہوئی ہے، وہ بہت قابل تعریف ہے، اس پر میں
آپ کو مبارکباد پیش کرتا ہوں، لیکن انڈین انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز نئی دہلی میں قرآن
پاک کی دوسری بین الاقوامی کانگریس کی آپ کی رپورٹ جو جنوری ۱۹۸۳ء کے معارف میں
آپ کے قلم سے نکلی ہے، وہ اتنی مفصل نہیں، جتنی کہ اول الذکر کی تھی، اس سلسلہ میں ایک بات عرض
کرنے کی اجازت چاہتا ہوں، ڈاکٹر مشیر الحق نے مسٹر کینٹویل اسمتھ کے مقالہ کے اندر جو بحث
اسلام اور محمڈن ازم پر کی ہے اور ان دونوں اصطلاحات کے استعمال کے حق اور ان کے
خلاف جن خیالات کا اظہار مختلف اصحاب نے کیا اور ان کا ذکر آپ نے اپنی روداد میں جون
۱۹۸۲ء کے معارف میں کیا، ان کو پڑھ کر مجھے بڑا تعجب اور افسوس ہوا، کیونکہ محمڈن ازم
کی اصطلاح کے خلاف کوئی قطعی اور دوٹوک فیصلہ کسی صاحب نے بھی نہیں کیا، جن میں مولانا
ابو الحسن علی ندوی کی ذات گرامی بھی شامل ہے، جن اصحاب کی نظر قرآن کریم پر گہری ہے،

لے مولانا نے مباحثہ کے دوران میں اس کی مکمل وضاحت کر دی تھی، یہ جون کے معارف کے آخر میں درج ہے

ن ازم کی اصطلاح کو نہ صرف غلط، بلکہ قابل نفرت اور اہانت آمیز سمجھتے ہیں،
ہ کہ حضور نبی اکرم صلعم اسلام کے بانی نہیں تھے، بلکہ کوئی نبی بھی اپنے دین کا بانی نہیں
۔ وہ رسول ہوتا ہے، یعنی وہ خداوند تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ دین کو اپنی امت
پہنچانے والا ہوتا ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ دین یعنی اسلام کو حضورم
می سے وابستہ کرنا حقیقت کے خلاف ہے، مزید برآں مستشرقین، قرآن کریم کو
کی وحی کے بجائے حضور اکرمؐ کو اس کا مصنف قرار دیتے ہیں، اسی لیے اسلام
ازم سے تعبیر کرتے ہیں، اگر ہم اس اصطلاح کو قبول کرلیں تو ان کے اس غلط خیال
رتی کریں گے، پھر اس اصطلاح میں طنز اور اہانت کا پہلو بھی مضمر ہے جیسا کہ
ں کی تحریروں سے اس بات کی تصدیق ہوتی ہے، اس سلسلہ میں آپ کو یہ بھی
ہوں کہ گب کی کتاب محمڈن ازم کا جو نیا ایڈیشن ابھی حال ہی میں شایع ہوا ہے
کا نام بدل کر اسلام کر دیا گیا ہے، اس سے ظاہر ہے کہ اب مغرب کے غیر مسلم
لیم کرنے لگے ہیں کہ محمڈن ازم کی اصطلاح غلط اور اہل اسلام کے لیے
ذمت ہے، معارف کے دو مضامین میں گیلوم لکھا گیا ہے یہ گی۔ یوم ہے گیلوم نہیں
پڑھ کر مسرت ہوئی کہ آپ مونٹگمری واٹ کی کتابوں کا تنقیدی جائزہ
ب، خدا کرے آپ کی کتاب جلد مکمل ہو کر شایع ہو جائے، مونٹگمری صاحب
ت سطحی قسم کی ہیں، وہ حقیقت میں بھیڑ کی کھال میں بھیڑیا ہے، وہ مسلمانوں کا
ن کر اسلام کے خلاف نشتر زنی کرتا ہے، وہ خود فریب خوردہ اور فریبی ہے
نے کی بڑی ضرورت ہے۔ والسلام

محمد طفیل

.103,105 Av. GABRIEL PERI
9 2260 PONTENAY AUX-ROSES, FRANCE

تلخیص و تبصرہ

بیت المقدس ماضی و حال و مستقبل کے آئینہ میں

زیر نظر مضمون استاذ روحی الخطیب میئر بیت المقدس نے ماہانہ عربی رسالہ دعوۃ الحق کے خاص نمبر "القدس" اگست ۱۹۸۱ء (مراکش) کے لیے لکھا تھا، ناظرین معارف کی خدمت میں اس کی تلخیص پیش کی جاتی ہے۔ (عبد المبین ندوی۔ ناظر کتبخانہ دار المصنفین)

بیت المقدس کا ماضی تاریخ و احادیث اور صحف سماوی سے ثابت ہے کہ یہودیت عیسائیت اور اسلام سے قبل بیت المقدس خالص عربوں کا مسکن تھا، اور یہاں کنعانی قبائل کی حکمرانی تھی، پھر ان کے بعد یبوسی قبائل کی حکومت قائم ہوئی، جو یبوس[1] سے مشتق ہے، یہ بیت المقدس کا قدیم نام ہے آج سے تقریباً ۵ ہزار سال پہلے اس کا یہی نام کتب تاریخ میں ملتا ہے اس زمانے کے فرمانرواؤں میں ملک "صادق" کا نام زیادہ مشہور رہے، جو کنعانیوں میں سے ایک طاقتور شخص تھا، حضرت ابراہیم علیہ السلام عراق سے مصر جاتے ہوئے جب یہاں سے گذرے تھے، تو اسی بادشاہ کی حکومت تھی یہ واقعہ تقریباً سنہ ۱۹۰۰ ق، م کا ہے، توریت سے پتہ چلتا ہے کہ انھوں نے سلطان صادق کو یہاں سے گذرنے پر اس وقت دس سکے چنگی میں دیئے تھے۔

---

[1] معجم البلدان میں ہے کہ یبوس شام کے ایک پہاڑ کا نام ہے، استاذ محمود مہدی نے لکھا ہے کہ سب سے پہلے یبوس نے بیت المقدس پر حکومت کی جو جزیرۃ العرب سے ہجرت کرکے شام آئے تھے۔ (ع-م-ن)

س کو تاریخی، مذہبی اور سیاسی حیثیت سے اہمیت حاصل ہے، بارکنا حولہٗ
نا فرما کر خدا نے اسے سارے عالم کے لئے برکت و ہدایت کا ذریعہ بنایا
ہور کا مرکز قرار دیا، اور یہ ان تین مقامات میں سے ایک ہے، جن کے لئے
نا یا گیا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صرف تین مسجدوں کے لئے
ے، میری یہ (مسجد نبویؐ) خانہ کعبہ، اور بیت المقدس، علاوہ ازیں مسجد اقصیٰ
اب دوسری مسجدوں کی ایک ہزار نماز کے ثواب کے برابر ہے، حضرت
رماتے ہیں کہ بیت المقدس کو انبیاء نے تعمیر کیا، اور ان ہی نے اسے آباد کیا،
ت بھر زمین ایسی نہیں بچی جس میں کسی نبی نے نماز نہ پڑھی ہو، یا اسمیں کوئی
ہو۔

ں پر فرعونیوں، عبرانیوں، بابلیوں، ایرانیوں، یونانیوں، رومیوں صلیبیوں
کے پے در پے حملے ہوتے رہے، اور اسلامی عہد میں بھی عربوں کے بعد ترکوں،
ں، کا اس پر قبضہ ہوا، اس کے بعد انگریزوں کا تسلط ہوا، مگر اردنی ہاشمیوں
قدس پر اسلام کا پرچم لہرایا، اس کے بعد سے برابر مسلمانوں کے زیر نگیں رہا،
سرائیل جنگ ہوئی تو یہود اس پر مسلط ہو گئے۔

حضرت سلیمانؑ کے زمانہ (۱۰۴۵ - ۹۰۵ م) میں یہاں یہودیوں کی
س تک رہی، اور وہ بھی پورے فلسطین پر نہیں بلکہ اس کے کچھ ہی حصوں
تو قتاً یہاں ان کی حکمرانی رہی، اگر ان کی حکومت کا پورا زمانہ شمار
سال سے زیادہ نہ ہوگا، اس کے مقابلہ میں قدیم تاریخی ماخذ سے اس کا
کنعانی قبائل اور انکی شاخیں فلسطین اور اس کے گرد و نواح میں مستقل طور

آباد تھیں، اور ولادت نبویؐ سے تین سال قبل بھی وہ اس سرزمین پر غالب و سربلند تھیں، اپنے مخالفین کے دور حکومت میں بھی وہ یہاں مقیم رہے، عربوں کی حکومت کو ان سے بڑی تقویت ملی۔

۱۹۱۸ء سے ۱۹۴۸ء کے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ درمیان برطانوی حکومت نے بیت المقدس کے دروازے یہودی مہاجرین کے لیے کھول دیئے۔ اور فلسطین کے گرد و نواح میں عرب حکومتوں سے زمین کا پٹہ دلا کر ان کے لیے آسانیاں فراہم کیں، اس زمانہ میں عرب مسلمانوں اور عیسائیوں کی تعداد تیس ہزار تھی، جب کہ یہودیوں کی تعداد چند ہزار سے زیادہ نہ تھی، مگر ۱۹۴۸ء میں یہاں کی آبادی ایک لاکھ ہو گئی، جس میں عربوں اور یہودیوں کا تناسب آبادی کے لحاظ سے برابر ہو گیا، مگر عرب ۹۳ فیصدی اور یہودی صرف ۱ فیصدی جائداد کے مالک تھے۔

۱۹۴۸ء کے بعد برطانیہ، امریکہ اور دوسرے ملکوں کی کوشش اور امداد سے یہودیوں نے فلسطین کی ۸۰ فیصدی آراضی پر قبضہ کر لیا، اور اس کے بعد ہی ۶۰ ہزار عرب بیت المقدس سے جلا وطن کر دیئے گئے، جن کی منقولہ و غیر منقولہ جائداد یہودیوں کے قبضہ میں چلی گئی، اور اقوام متحدہ کی اس تجویز کے باوجود بھی عربوں کی جائداد نہ تو انھیں واپس کی گئی، اور نہ ہی انھیں اس کا کوئی معاوضہ دیا گیا، اس وقت عربوں اور خصوصاً اردن کی فوجیں اس پوزیشن میں نہیں کہ اپنے مقبوضہ علاقوں کو واپس لے لیں، مگر بڑی طاقتوں کی مزاحمت اور دخل اندازی سے ان کو خالی نہیں کرایا جا سکا، ۱۹۴۸ء سے ۱۹۶۸ء کے بیس سال کے عرصہ میں یہودیوں کی تعداد ایک لاکھ سے بڑھ کر ایک لاکھ ۹۰ ہزار ہو گئی، جب کہ عربوں کی تعداد لگ بھگ ۸۰ ہزار سے ۵۰ ہزار رہ گئی ہو گی، اس اثناء میں ہزاروں عرب قتل و غارت گری کا نشانہ بنے، ان کی جلا وطنی سے روز بروز ان کی تعداد گھٹتی گئی، اور یہودیوں کی تعداد گذشتہ سات سال کے عرصہ میں بڑھ کر دو لاکھ ۸۰ ہزار تک پہونچ گئی ہے، وہ ۱۹۴۸ء میں ۱۰ فیصدی جائداد کے

...ر ۳ء میں ۶۰ فیصدی زمین ان کے قبضہ میں آگئی۔

...موجودہ صورت حال | اس وقت بیت المقدس جس المناک دور سے گذر رہا ہے،
...ں تاریخ میں نہیں ملتی ہے، یہ اسرائیل اور یہودیوں کے ناپاک منصوبوں کا سرابر
...یہاں وحشت و بربریت اور درندگی کا جو مظاہرہ ہو رہا ہے اس سے صیہونیوں کا
...، جو وہ انسانیت کے ساتھ رکھتے ہیں، انھوں نے اپنی سامراجیت میں بڑی
...ہ دلیری سے اس مقدس سرزمین کو تہس نہس کر دینے کا تہیہ کر لیا ہے۔

...ئے دن کا آفتاب نئے نئے مشکلات لیکر طلوع ہوتا ہے، صیہونی تحریک دین کا
...ت کے بھیس میں ظاہر ہو رہی ہے، ہم اس کے انبیاء کا احترام کرتے ہیں مگر اس نے
...پہ ہر طرح کا ظلم و جبر ہم پہ روا رکھا ہے۔

...جیں اردن کی فوجوں پر مشق ستم کر رہی ہیں، اور عرب قبائل کو ہر طرح سے
...ہی ہیں اور عربوں کی مرضی کے خلاف نیز اقوام متحدہ کے ریزولیشن کے
...مانہ پالیسی اختیار کئے ہوئے ہیں، ۱۹۴۸ء سے ۱۹۶۷ء کے درمیان جو
...ن کیے گئے تھے، ان کے مکانوں میں دوسرے ملکوں سے آنے والے
...نی طور پر قبضہ دلا دیا گیا ہے۔

...منظم سازش کے تحت عربوں کی سیکڑوں تاریخی یادگاروں اور تہذیبی و
...کی بستیوں اور تجارتی منڈیوں کو مسمار کر دینے کا پروگرام بنایا ہے۔
...قدیم زمانہ سے بیت المقدس کے لئے جو ڈائیننگ بنی ہوئی تھی وہ بھی
...گئی ہے، وہاں کے سیکڑوں باشندوں کو ملک بدر کر کے ان کی تہذیب
...عمارات اور افراد و اشخاص کو مکمل صیہونی رنگ میں رنگ دینے کی

کوشش جاری ہے۔

ادھر چار برسوں کے اندر بیت المقدس میں عربوں کی باقیماندہ اراضی کو بھی اسرائیل نے نیڈرلیشن کے نام پر غصب کر لیا ہے، اور اس کے آبادکاری کے وزیر شاریف کی طرف سے نئی کالونیوں کی تعمیر کا اعلان بھی ہو چکا ہے، ۳۵ ہزار صیہونی جس رہائش گاہ میں قیام کرتے تھے اس میں ایک لاکھ ۲۲ ہزار مزید نئے صیہونیوں کے قیام کا انتظام کیا جا رہا ہے اس کا مقصد اپنے اس منصوبہ کو پایۂ تکمیل تک پہونچانا ہے، جس سے بیت المقدس مکمل طور سے یہودی بستی بن جائے۔

بیت المقدس کو نیویارک اور لوس انجلوس کے طرز تعمیر کے مشابہ بنانے کی کوشش ہے، اس کا مقصد بیت المقدس کی تاریخ کو مسخ کرنا ہے، جو نئی تعمیرات ہو چکی ہیں ان کا مشاہدہ کرنے والے بیان کرتے ہیں کہ ان سے سنجیدہ اور روحانیت کا ذوق رکھنے والوں کو بیت المقدس سے گھن آنے لگتی ہے،

اٹلی کے ایک یہودی انجنیر پروفیسر پروسفی کی رائے ہے کہ اس طرح کی تعمیر شکست فاش کا نتیجہ اور مکمل خودکشی کے مترادف ہے، اس قسم کا تنظیمی منصوبہ انتہائی گھناؤنا ہے، اور اس ناجائز قبضہ کے باقی رہنے کا کوئی جواز اور حق نہیں ہے،

یونیورسٹیوں کے تعلیمی معیار کو بلند کرنے کے نام پر بھی اسرائیل نے مختلف منصوبے بنا رکھے ہیں، انگریزی میگزین اکنامسٹ نے اسے مسلح سیمنٹ کے جنگل کے نام سے موسوم کیا ہے، چنانچہ زیتون پہاڑ کے شمالی حصہ کے وسیع رقبہ پر بڑے بڑے ہوسٹلوں کی بنیاد رکھی گئی ہے، جامعۂ عبریہ میں ۲۱۵۰۰ طلبہ اور اساتذہ کی گنجائش ہے تاکہ بیت المقدس کے مقامی وغیر مقامی عیسائی، اور دوسرے مذہبی جذبات و احساسات رکھنے والے مستقل

تے رہیں۔

اسرائیلی تنظیم نے خندقیں کھدوانے اور تاریخی انکشاف کے پروگرام کے تحت بیت المقدس
بعض تمدنی علاقے منہدم کر دیے ہیں، اور کھدائی کا سلسلہ مسجد عمر کے حدود تک جا پہنچا ہے
سے اس کے صحن کی دیواروں کو بھی خطرہ لاحق ہو گیا ہے، بیت المقدس کی فصیلوں کے اندر
یخ عربی محلوں کو بھی منہدم کرنے کی دھمکی دی جارہی ہے، یہ وہ تاریخی آثار تھے جن سے بیت المقدس
حفاظت ہوتی تھی، اس کے حدود کی توسیع کے پلان کے تحت اس کے قریب کی ایک بستی
منہدم کر دی گئی ہے، جو حضرت سموئیل علیہ السلام کی بستی کہلاتی تھی، بیت المقدس کے قریب
دو بستیوں کی اراضی بھی ان کے باشندوں کے علی الرغم غصب کر کے، صنعتی اداروں
قیام کے لیے مخصوص کر دی گئی ہیں، جن میں ایک ہزار صنعتی اداروں اور کمپنیوں کی گنجائش ہوگی

حد یہ کہ بیت المقدس کی گذشتہ تاریخ کو مسخ کرنے کی غرض سے وہاں کی سڑکوں،
راہوں اور پارکوں تک کے ناموں کو بھی بدل دیا گیا ہے، اور جن قبائل نے یہودی
سوں کے سامنے سر تسلیم خم نہیں کیا یا جنھوں نے زمانۂ قدیم سے چلی آنے والی بیت المقدس
رخی روایات سے اپنے کو وابستہ رکھنا پسند کیا وہ سب ظلم و ستم کا نشانہ بنے ہوئے
اسی طرح قبیلوں اور محلوں کے تاریخی نام بھی بدل کر اسرائیلی و صیہونی نام رکھ دیے گئے ہیں

اردنی حکومت کے جاری کردہ احکام و قوانین کو ان کے دفتروں اور محکموں میں
دو کر کے اسرائیلی احکام و قوانین فلسطینی باشندوں پر تھوپ دیے گئے ہیں اور شرعی
لامی احکام کا نفاذ مسلم حکمرانوں کی بے بسی اور مسلم قیادت کے فقدان کی وجہ سے بالکل
ت ہو گیا ہے،

معاشی یکسانیت و وحدت ایکٹ کے تحت اردنی عملہ کی جگہ اسرائیلی عملہ مسلط

کر دیا گیا ہے، عربوں کے بینکوں کو مقفل کر کے یہودی بینکوں کے ساتھ لین دین کا معاملہ کرنے
کے لیے مجبور کیا جاتا ہے، اور عرب کی مصنوعات پر جو شہر میں درآمد کی جاتی ہیں خواہ وہ
قریب ہی کے شہروں، دیہاتوں اور قصبوں سے کیوں نہ منگائی گئی ہوں، بھاری ٹیکس عائد کر دیا
جاتا ہے، اس کے برعکس یہودی مصنوعات کی درآمد و برآمد میں ہر قسم کی سہولت روا
رکھی جاتی ہے، اور مخصوص صورتوں کے سوا تمام تر یہودی مصنوعات ہی کی برآمد کی اجازت ہے
صیہونی منصوبوں کے تحت جن اسلامی مرکزوں اور گرجاؤں پر ظلم و زیادتی کے گوناگوں
اقدامات کیے گئے ہیں، ان میں کچھ یہ ہیں۔

۱۔ مسجد اقصیٰ میں آتش زنی کا واقعہ ۲۱ اگست ۱۹۶۹ء کو رونما ہوا۔

۲۔ حرم بیت المقدس کے وسیع صحن کے اندر یہودی عبادت کرتے اور دعائیں مانگتے
ہیں، یہ یہودی ہیکل بنانے کا پیش خیمہ ہے،

۳۔ متعدد مسجدیں منہدم کر کے انھیں . . . . غیر دینی کاموں کے لیے استعمال کیا جاتا ہے

۴۔ قبطیوں اور عیسائیوں کی عبادت گاہوں کی بے حرمتی بیت المقدس کے حدود کے
اندر اپریل ۱۹۷۱ء میں کی گئی۔

۵۔ کلیسا کے عیسائیوں پر برابر دباؤ ڈالا جارہا ہے کہ وہ اپنی بعض جائیدادیں یا تو کم
اور سستے داموں پر فروخت کر دیں، یا پھر طویل مدت کے لئے اجرت پر چھوڑ دیں، صیہونیوں
کی کامیابی اس میں ہے کہ وہ لوگوں کی جائدادیں اور مذہبی ادارے اپنی ملکیت میں حاصل کریں
مدرسۃ الایتام السعوریۃ پر اسی خیال سے نظر ہے، روسی کلیسا کی اراضی پر بھی جو
"المسکوبیۃ" کے نام سے مشہور ہے قبضہ کر لیا گیا ہے، روم کی وسیع اراضی ارثوذکس
اور ارمن کے شہروں پر بھی ناجائز قبضہ کر لیا گیا ہے،

بیت المقدس کے حدود کے جن طبی اور رفاہ عام کے اداروں نے یہودی اثرات قبول
ئے تھے، انھیں بھی اپریل ۱۹۷۳ء میں وہاں سے منتقل کر دیا گیا، اور فلسطینی عوام کو
طبی اداروں ہی کی جانب رجوع کرنے کے لئے کہا جاتا ہے،
ربوں کے سرکاری دینی مدارس بھی اسرائیلیوں کے دجل و فریب سے محفوظ نہیں رہ
یں بھی اسرائیلی نصاب تعلیم رائج ہوگیا ہے، اور ان کتابوں کی تعلیم نصاب سے خارج
گئی ہے ، جن سے عربی تاریخ و تہذیب کی صحیح نشاندہی ہوتی ہے۔
ندیاتی دفتروں میں یکساں قانون نافذ کرنے کی غرض سے ۱۹۷۲-۱۹۶۹ء میں جنرل اسمبلی
ب کرائے گئے، اور عربوں کو بھی اس میں حصہ لینے پر مجبور کیا گیا، جس میں وہ نہایت
بت ہوئے، جب ۱۹۶۹ء میں ان کا کوئی نمایندہ منتخب نہیں ہوسکا تو آیندہ انتخابات
رب نمایندہ کے منتخب ہونے کی کوئی توقع نہیں ہے، اسرائیل نے الکشن بورڈ ہی کو
قرار دے دیا ہے۔ اور سیاسی خوف و دہشت پھیلا کر بہت سے عرب نمایندوں کو
قدس سے باہر کر دیا ہے، جن میں سرفہرست شیخ عبدالحمید سائح صدر اسلامک بورڈ
ریہ ۱۹۶۷ء دبیت المقدس عین النطون بک عطاء اللہ سابق ڈائرکٹر اسلامی
سابق وزیر داخلہ ڈاکٹر داؤد الحسینی سابق نائب صدر دبیت المقدس، ڈاکٹر
سابق ڈائرکٹر میڈیکل ہیں، اس کے علاوہ بہت سے طلبہ، اساتذہ، تجار اور کمپنیوں
ملک سے دربدر کر دیئے گئے ہیں۔
بیت المقدس کو اسرائیل کا پایۂ تخت بنانے کے ساتھ ہی تل ابیب سے وزارتوں
دفاع اور عدلیہ کے محکمہ جات وہاں منتقل ہوگئے ہیں، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ
سازشوں کا طوق عربوں کے گلے میں ڈال رہے ہیں۔

۱۔ اسرائیل کی سازش یہ بھی ہے کہ بیت المقدس کے دائرہ کو اتنا وسیع کر دیا جائے کہ
شمال میں بیت لحم اور بیت جالا، اور جنوب میں بیت ساحور اور ۲۹ مزید عرب بستیاں
جہاں تک انکا دائرہ پہونچے اور مغرب میں بیت اکسا سے خان احمر کے جنوبی حصہ تک کے
علاقے اس کے اندر آجائیں۔

۲۔ ان کی سازش یہ بھی ہے کہ تجارتی منڈیاں قائم کر کے بیت المقدس کے مشرقی
و مغربی علاقوں کو اسرائیل کی ملکیت میں لے لیا جائے۔

۳۔ خان احمر اور اس کے قریبی علاقوں کے علاوہ، ہزار ایکڑ آراضی پر قبضہ کرنے کا
بھی فیصلہ کر لیا گیا ہے، جو اریحا اور بیت المقدس کے راستہ میں واقع ہیں اس کو صنعتی شہر
بنانے کا پلان ہے، اس طرح اسرائیل نے بیت المقدس کے چاروں طرف اپنا ایسا گھیرا
ڈال دیا ہے، جس سے عربوں کی طاقت متزلزل ہوگئی ہے۔

بیت المقدس کا مستقبل | ایک طرف رمضان ۱۹۷۳ء کی دسویں جنگ، دوسری طرف
پٹرول کے چشموں کا پھوٹ پڑنا جنگی حیثیت اسلحہ جیسی ہے، ان دونوں نے مل کر یہودی اسکیم کے
دائرہ کو بیت المقدس ہی نہیں بلکہ تمام مقبوضہ علاقوں اور عرب پڑوسی ملکوں تک پھیلا دیا ہے،
مذکورہ جنگ اور پٹرول کے ہتھیار نے ہمارے مسئلہ کو ادر ابھار دیا ہے، چنانچہ اقوام متحدہ
میں جو مسئلہ تار عنکبوت کی حیثیت رکھتا تھا، اس کو دنیا کی دو بڑی طاقتوں امریکہ اور روس
نے بہت زیادہ آگے بڑھا دیا ہے، اور وہ دونوں طاقتیں اپنی مشترکہ کوششیں عرب اسرائیل
کے درمیان پرامن طریقہ پر مصالحت کے لئے صرف کر رہی ہیں، نیز وہ کیمپ ڈیوڈ معاہدہ
دفعہ ۲۴۲ کو عملاً نافذ کرنے کے لئے بھی کوشاں ہیں جس کے الفاظ یہ ہیں۔
۱۔ سلامتی کونسل مشرق وسطیٰ کے خطرناک موقف پر اپنے مستقل قلق و اضطراب کا اظہار

اقوں میں اجازت کے بغیر داخلہ پر پابندی عائد کرتی ہے، اور ان علاقوں پر
غت مانعت کرتی ہے، اور اس بات پر زور دیتی ہے کہ عدل و انصاف کا ذ
ہر ملک پُرامن طریقہ سے زندگی گذار سکتا ہے۔
ں بات پر بھی زور دیتی ہے کہ تمام ممالک اقوام متحدہ کا معاہدہ قبول کرتے ہوئے
کے رو ہی سے کسی تصرف کے مجاز ہوں گے۔
ونسل اس بات کی تاکید کرتی ہے کہ کیمپ ڈیوڈ معاہدہ کے اصولوں کی پابندی
ستقل عدل و سلامتی اور قیام امن کی ضامن ہو سکتی ہے، جس کے نتیجہ میں
وری ہیں۔
لئہ کی جنگ میں اسرائیل نے جن علاقوں پر غاصبانہ قبضہ کر لیا ہے ان سے
ان کر دے۔
ی موجودہ فضا ختم کرنے کے لئے اسرائیل اپنے تمام مطالبات سے دستبردا
ی فلسطین کی رہنما قیادت کو قبول کرے تاکہ پُرامن ماحول اور سیاسی آزادی
ہر حکومت و مملکت کو اپنے اپنے حدود میں امن و سلامتی کا حق حاصل ہونے
ں کے جملہ حقوق و اختیارات بھی تسلیم کئے جائیں، تاکہ وہ داخلی امن و سلامتی
رسکے اور اسے فوجی طاقتوں کی دھمکیوں کا کوئی خطرہ لاحق نہ رہے۔
ل کے نزدیک مندرجۂ ذیل امور کا لحاظ کرنا بھی ضروری ہے۔
آبی علاقوں میں ہر ملک کے جہازوں کو آزادی سے گذرنے کی ضمانت

ب :- پناہ گزینوں کے مسائل حل کرنے کے لیے منصفانہ جدوجہد کی جائے۔

ج :- اس بات کی ضمانت ہو کہ کسی ملک کی بے عزتی نہیں کی جائے گی، سیاسی آزادی کا حق حاصل ہونے کے ساتھ ساتھ ہر ملک اپنی حفاظت کے لیے اسلحہ تیار کرنے یا ذاتی کارخانہ قائم کرنے کا مجاز و حق دار ہو گا۔

انجمن اقوام متحدہ اور سلامتی کونسل نے ۱۹۶۷ء سے لیکر آج تک جو تجویزیں پیش کی ہیں ان میں اقوام متحدہ کو آج بھی اس بات پر اصرار ہے کہ بیت المقدس کو اسرائیل کے ساتھ ضم نہ کیا جائے، اور اسرائیل نے جو تجاویز و قوانین بنائے ہیں، جن میں آراضی و املاک کے مطالبے اور مقبوضہ بیت المقدس میں اپنے باشندوں کو بسانے اور منتقل کرنے کی تجویزیں بھی شامل ہیں، وہ سب ایک سال قبل مسترد کی جا چکی ہیں، اس میں کسی تبدیلی کی گنجائش نہیں۔

ان تمام اصولوں اور تجاویز کی وجہ سے نیز عربی زاویۂ نگاہ دیکھتے ہوئے دوسرے یورپین ممالک پٹرول سے پیدا ہونے والی صورت حال سے خائف ہیں، خود امریکہ کو بھی اطمینان نہیں کہ کب کن مشکلات کا سامنا کرنا پڑے، جس طرح جیسے ویتنام میں اسے بھگتنا پڑا ہے اسی طرح اسرائیل سے بھی امریکہ بہتر معاملہ کرنے پر مجبور ہو گا، اسرائیل و امریکہ آپس میں چاہے جتنی ایک دوسرے کی مذمت کریں، اور اسرائیل ۱۹۶۷ء کے مقبوضہ علاقوں کو خالی کرنے میں خواہ کتنا ہی پس و پیش کرے لیکن اسے وہاں سے پیچھے بہر حال ہٹنا پڑے گا، جس میں بیت المقدس بھی شامل ہے، اور یہ صہیونیت کی جڑیں اکھاڑنے کا پہلا قدم ہو گا، اور حق و شرافت نیز عربی قیادت کی دوبارہ واپسی ہو گی۔

"ع - م - ن"

مطبوعاتِ جدیدہ

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ | مرتبہ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، تقطیع متوسط، کاغذ کتابت وطباعت عمدہ، صفحات ۳۲۰، مجلد مع رنگین گردپوش، قیمت ۲۰ روپیے، پتہ مکتبۂ اسلام، ۳ گوئن روڈ لکھنؤ۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ کی بدولت اس زمانہ میں گنگوہ و نانوتہ کی شمع ہدایت
وشن اور حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ اور مولانا خلیل احمد سہارن پوریؒ کا روحانی فیض
ری تھا، وہ علم و عمل اور شریعت و طریقت کے جامع، علمی و روحانی ماحول کے پروردہ اور قدیم
نظام تعلیم و تربیت کے ساختہ پرداختہ تھے، اس لئے ان کی سیرت و سوانح نگاری اور علمی و
ی کمالات کی مرقع آرائی بہت نازک اور دشوار کام تھا، جس کو وہی شخص انجام دے سکتا تھا جو
عمل اور فضائل و مکارم میں ممتاز اور اعلائے کلمۃ اللہ، احیائے سنت اور دین و ملت کی سربلندی
لیے بے چین و بیقرار ہو اور وہ شیخ کی مسلسل صحبت و ہم نشینی کے علاوہ ان کا مکمل ادا شناس
کے مزاج و طبیعت میں پوری طرح دخیل، چھوٹے بڑے ہر معاملہ میں ان کا مشیر و شریک اور
گرم ہر موقع پر ان کا دمساز اور خاص معتمد علیہ رہا ہو، اس کی پرورش و پرداخت بھی عربی مدرسہ
دی ہو اور اس کی زندگی دین، دینی علوم اور عربی مدارس کی خدمت و ترقی کے لئے وقف
اور طلبہ، علما اور مشائخ سے ہمیشہ وابستہ رہنے کے ساتھ ہی درس و افادہ اور اصلاح
ناد اس کا خاص معمول رہا ہو، اور شیخ کی طرح اس کا خاندان بھی کئی پشتوں سے علم و عرفان اور

رشد و ارشاد کا گہوارہ رہا ہو وہ اردو اور عربی کا اچھا اہل قلم اور تصنیف و تالیف کا بہترین سلیقہ
اور وسیع تجربہ بھی رکھتا ہو، ان حیثیتوں سے مولانا سید ابوالحسن علی ندوی بہت ممتاز ہیں، ان پر فرط اعتماد
کی وجہ سے حضرت شیخ اپنی اہم اور عربی تصنیفات کے مقدمے ان ہی سے لکھاتے تھے، اس لئے شیخ کی
داستان زندگی قلمبند کرنے کا ان سے زیادہ کوئی مستحق نہ تھا، ع داستان فصل گل خوش می سراید عندلیب
انھوں نے زیر نظر کتاب کے گیارہ ابواب میں حضرت شیخ کے حالات و کمالات، سیرت و شخصیت
عبادت، ریاضت اور روزمرہ اشغال و معمولات کی جیتی جاگتی تصویر کھینچ دی ہے، پہلے باب
میں وطن، خاندان اور بعض اہم خاندانی بزرگوں کا تذکرہ ہے، اس میں شیخ کے خاندان کے مفتی الٰہی بخش
کی حضرت شاہ عبدالعزیزؒ سے بیعت اور حضرت سید احمد شہیدؒ سے تعلق اور ان کی تحریک سے وابستگی
کا بھی ذکر ہے، دوسرے باب میں شیخ کی پیدائش، طفولیت، تعلیم، مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ سے
تلمذ و بیعت اور والد محترم مولانا محمد یحییٰ کے انتقال کی تفصیل درج ہے، تیسرے باب میں شیخ کے مسند درس
پر رونق افروز ہونے، مولانا سہارنپوری کی ان پر خاص شفقت، بذل المجہود کی تصنیف میں معاونت
اور سفر اور حج کا ذکر ہے، اس باب کا یہ حصہ بڑا موثر اور علمی و دینی اور دعوتی کام کرنے والوں
کے لیے نہایت سبق آموز ہے جس میں حضرت شیخ کی تدریسی زندگی کے شروع ہی میں بیش قرار مشاہرہ
پر ان کی پانچ جگہوں کے لئے طلبی کا ذکر ہے جنھیں مسترد کرکے وہ مظاہر العلوم کے بوریائے فقر
ہی پر فروکش رہے، چوتھے باب میں سہارنپور کے مستقل قیام، درس و تدریس اور ارشاد و تربیت
میں انہماک اور اس سلسلہ کے معمولات، مزید چار حج اور شیخ کے متعدد اعزہ کی وفات کا تذکرہ
ہے، شیخ نے ان پے درپے حوادث میں جس بے مثال صبر و شکیب اور غیر معمولی ثبات و استقلال
کا ثبوت دیا وہ ان کی سیرت کا نہایت تابناک پہلو ہے، پانچویں باب میں شیخ کے اہتمام رمضان
ان متبرک دنوں کے معمولات اور ان کے یہاں کے غیر معمولی اجتماعات کی روح پرور کا بیان

ان کیا ہے، چھٹے باب میں ان کے مدینہ طیبہ میں مستقل قیام فرمانے اور وہاں کے شب و روز کے
اغل و معمولات اور دوسری ضروری باتوں کے علاوہ اس عرصہ میں ہونے والے ہند و پاک کے سفر کی
داد لکھی ہے، ساتویں باب میں انگلستان اور جنوبی افریقہ میں شیخ کے دعوتی و تربیتی سفر کی سرگزشت
بند کی ہے، آٹھویں باب میں شیخ کی علالت، مرض الموت اور وفات کی تفصیل اور جسمانی یادگاروں
تذکرہ ہے، نویں باب میں شیخ کے ذہنی کمالات اور نمایاں اوصاف و خصوصیات بیان کیے گئے
، جیسے علوئے ہمت، دینی حمیت، مسلک صحیح کی حفاظت، اسلاف و مشائخ سے وابستگی
ا شعاری، اکرام ضیف، خدام و احباب سے شفقت و محبت کا برتاؤ، مدارس دینیہ سے تعلق،
اور علمی کوششوں کی حوصلہ افزائی، بلند شعری و ادبی ذوق اور پسندیدہ اشعار وغیرہ، دسویں
میں شیخ کے تصنیفی ذوق اور علمی و تحقیقی تصنیفات پر تبصرہ کیا گیا ہے، گیارھواں باب شیخ کے
ادات، ملفوظات اور منتخب تحریروں کے لیے خاص ہے۔ فاضل مصنف نے حضرت شیخ
م حالات، نمایاں واقعات، حسین زندگی، پاکیزہ سیرت اور دلکش شخصیت کے خط و خال
ن کر کے ان کے علمی و دینی کمالات، اصلاحی و تربیتی خدمات اور روحانی فیوض و برکات کا
یش کر دیا ہے، ان کی رعنائی تحریر، حسن بیان، سلیس و شگفتہ زبان اور دلآویز پیرایہ نے اس خاکہ میں
رنگ بھر دیا ہے کہ شیخ کی چلتی پھرتی مجسم تصویر سامنے آگئی ہے، ایک مخلص و مقبول بندہ کی
شت اور مولانا ابوالحسن علی ندوی کا گہربار قلم۔ ؏ ذکر اس پری وش کا اور پھر بیاں اپنا۔
سلہ بیان میں کہیں کہیں کرامات، منامات اور مبشرات کا بھی ذکر آگیا ہے مگر مولانا نے عہد حاضر کے
کی رعایت کی بنا پر ان کے لیے کوئی باب مخصوص نہیں کیا ہے، تاکہ اس عندلیب کی خوش نوائی
ے چمن میں روح پھونک دے، اور یہ کتاب قدردانوں اور متوسلین کے علاوہ دوسرے
فکری طبقوں کے لیے بھی پیغام عمل ہو۔

دستورِ حیات :- مرتبہ، مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، تقطیع متوسط، کاغذ کتابت و طباعت
عمدہ، صفحات ۲۴۰ مجلد قیمت ۱۶ روپیہ۔ پتہ مجلس تحقیقات و نشریات اسلام پوسٹ بکس ۱۱۹ لکھنؤ

اس کتاب میں مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے مسلمانوں کے عقائد، عبادات، اعمال و اخلاق
نیز اذکار و ادعیہ قلمبند کی ہیں، پہلے توحید، تقدیر، قرآن مجید، نبوت، معاد، جزا و سزا، حساب، پل صراط،
جنت و دوزخ، شفاعت، معراج، مرتکبین کبائر کا انجام، صحابہ کرام کی عدالت و فضیلت اور
ان سب میں خلفائے راشدین کی درجہ بدرجہ افضلیت اور کرامات، دنیا وغیرہ کے متعلق اہل
سنت والجماعت کے نقطۂ نظر کی رو سے اسلامی عقائد بیان کئے ہیں، توحید کے اسلامی تصور کی
وضاحت کے ضمن میں شرک کی حقیقت، اس کے مظاہر، جاہلی رسم و رواج، بدعت کا مفہوم اس کی
مضرتیں اور شریعت سے اس کا تضاد دکھایا ہے، خدا کی ذات، صفات اور افعال کے علم کی عظمت
و اہمیت بیان کرتے ہوئے لکھا ہے، کہ اس کے حصول کا صحیح اور معتبر طریقہ وہ ہے، جو انبیاء علیہم السلام
نے بتایا ہے، اور جن لوگوں نے اس معاملہ میں اپنی ذہانت اور علم و عقل پر بھروسہ کیا ان کی کوششیں
بیکار گئیں، اس کی مثال حکمائے یونان کا الٰہیاتی فلسفہ ہے، جس کے جال میں افسوس کہ کتاب و سنت
کے حامل بہت سے مسلمان بھی پھنس گئے، پھر اسلامی عبادات کی اہمیت، نماز کا درجہ اور اسے ادا کرنے
کا مسنون طریقہ بتایا ہے، اور اس کے ارکان، فرائض اور دعاؤں کے علاوہ زکوٰۃ، روزہ اور حج کے
فضائل و آداب بھی تحریر کئے ہیں اور خاص وقتوں کی دعائیں، عام اذکار اور رسول اللہؐ کی اہم
دعائیں بھی نقل کی ہیں، جہاد کا مقصد اور اس کی اہمیت بھی بتائی ہے، اور تہذیب اخلاق اور
تزکیہ نفس پر خاص طور سے زور دیا ہے اور ان کو رسول اللہؐ کی بعثت کا اہم مقصد قرار دیا ہے،
اس سلسلہ میں آپ کے اوصاف و کمالات اور اخلاق و شمائل کے علاوہ مختلف عنوانات کے
تحت قرآن و احادیث کی اخلاقی تعلیمات و ہدایات بھی پیش کی ہیں، آخر میں طہارت، حجاب اور

...نی کو اسلامی تمدن کی اہم خصوصیات بتا کر مغربی تمدن سے اس کا فرق و تضاد واضح کیا
...شروع میں مولانا نے اسلام کے خاص مزاج اور ان نمایاں خصوصیات کو بیان کیا ہے،
...اس کی شخصیت اور نمو و بقا کا انحصار ہے اور جو اسے دوسرے مذاہب اور فلسفوں
...ا ذکر تی ہیں، اس سلسلہ میں عقائد کی اہمیت خاص طور پر واضح کی ہے، اور بتایا ہے کہ
...ے اور اپنی دعوت و پیام کے معاملہ میں انبیاء علیہم السلام نے کوئی مفاہمت، مداہنت
...لیم وغیرہ کبھی گوارا نہیں کی، آخر میں فاضل مصنف نے دین کے مزاج، اس کی امتیازی خصوصیات
...وصاف اور اسلامی اخلاق سے آراستہ زندگی اختیار کرنے کے لیے اپنے زریں مشورے
...قیمت اور مفید تجربے بیان کیے ہیں، جن پر اگر واقعی عمل کیا جائے تو اسلام کو مطلوب
...اعمال اور اخلاق مسلمانوں کے اندر پیدا ہو سکتے ہیں، یہ مفید کتاب دراصل مسلمانوں
...م زندگی کا خاکہ اور ان کا دستور العمل ہے، اس لئے اس کا مطالعہ بہت مفید ہوگا، مولانا نے یہ کتاب
...لکھی تھی ان کے لائق اور ہونہار عزیز مولوی سید سلمان حسینی ندوی نے اس کا ان ہی کے طرز و اسلوب
...و آہنگ میں ایسا رواں، سلیس اور شگفتہ ترجمہ کیا ہے کہ اس پر طبعزاد ہونے کا گمان ہوتا ہے،

اللہ کرے زور قلم اور زیادہ

...رمغان حرم :۔ مرتبہ، جناب عبد الرحمٰن محسن انصاری، تقطیع خورد، کاغذ، کتابت
...طباعت بہتر، صفحات ۴۸، قیمت چار روپیے، پتہ: مکتبہ اسلامی، ۳۱، سی، محمد علی روڈ بمبئی ۴۰۰۰۰۳
...جناب محسن انصاری ادیب و شاعر بھی ہیں اور دیندار مسلمان بھی، وہ حج و زیارت
...سعادت بھی حاصل کر چکے ہیں، قطعات کا یہ مختصر مجموعہ اس سفر کی یادگار اور سوغات
...محسن صاحب کے تاثرات و مشاہدات اور قلبی واردات و کیفیات پر مشتمل ہے، اس سے
...یمانی جذبات و احساسات، سوز و گداز قلب کے علاوہ شعری حسن و جاذبیت کا اندازہ
...ہے۔

"ض"

جلد ۱۳۱ ماہ رجب المرجب ۱۴۰۳ھ مطابق ماہ مئی ۱۹۸۳ء عدد ۵

مضامین